ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
27 اکتوبر 2004ء — 12 رمضان المبارک 1425ھ
www.tanzeem.org

اس شمارے میں

سوڈان.....امید کی ایک کرن!
امانت داری اور عہد کی پاس داری
جارج بش یا جان کیری
جنگ آزادی کے اثرات
یوم باب الاسلام
موسیقی سے پیار، جہنم کا بیوپار
محاذِ جنگ پر
قرآن وسنت بطورِ آئین
تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

روزہ اور قرآن کی شفاعت

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : ((اَلصِّیَامُ وَالْقُرْاٰنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ وَیَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ فَیُشَفَّعَانِ)) (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔ (یعنی اس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر اُس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا' آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت ورحمت کا معاملہ فرما) اور قرآن کہے گا کہ: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا۔ اے میرے ربّ! آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما) چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور خاص مراحم خسروانہ سے نوازا جائے گا۔''

حدیث کے الفاظ پر غور کریں تو یہ بات واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ حدیث میں وارد قرآن کے ان الفاظ کہ ''میں نے اس کو سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا'' کا اطلاق آج کی مروجہ ایک گھنٹے کی نماز تراویح پر قطعاً نہیں ہو سکتا۔ سونے اور آرام سے رکنے کا اگرچہ کوئی نصاب تو مقرر نہیں کیا گیا تاہم انسان اگر رات کو تین تا پانچ گھنٹے قرآن کے ساتھ جاگے تو کسی حد تک حدیث کے الفاظ کا مصداق بن سکتا ہے۔ واللہ اعلم!

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آل عمران (آیات 105 تا 110)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ
وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٠٧﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ
نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعَالَمِينَ ﴿١٠٨﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿١٠٩﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾﴾

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو متفرق ہوگئے اور احکامِ بیّن کے آنے کے بعد ایک دوسرے سے (خلاف و) اختلاف کرنے لگے' یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا۔ جس دن بہت سے منہ سفید ہوں گے اور بہت سے منہ سیاہ۔ تو جن لوگوں کے منہ سیاہ ہوں گے (اُن سے اللہ فرمائے گا) کیا تم ایمان لاکر کافر ہو گئے تھے؟ سو (اب) اس کفر کے بدلے عذاب (کے مزے) چکھو۔ اور جن لوگوں کے منہ سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت (کے باغوں) میں ہوں گے اور اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو حق کے ساتھ سناتے ہیں' اور اللہ اہلِ عالم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اور جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور سب کاموں کا رجوع (اور انجام) اللہ ہی کی طرف ہے۔ (مومنو!) جتنی اُمتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم اُن سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو' اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو اُن کے لئے بہت اچھا ہوتا۔ ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں۔''

اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو متفرق ہوگئے' فرقوں میں بٹ گئے اور انہوں نے اختلاف پیدا کرلئے اس کے بعد کہ اُن کے پاس واضح تعلیمات آگئی تھیں' ایسے لوگوں کے لئے تو بہت بڑا عذاب ہے۔

یوم حساب وہ ہوگا کہ اُس دن بعض چہرے تو بڑے روشن اور تابناک ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے۔ تو جن لوگوں کے چہرے اس دن سیاہ ہوں گے' وہ وہی لوگ ہوں گے جو ایمان کے بعد کفر میں لوٹ گئے' ہدایت کے آجانے کے بعد تفرقے میں پڑ گئے' ضد اور ہٹ دھرمی اختیار کی اور حبل اللہ کو چھوڑ دیا۔ تو اب اُن سے کہا جائے گا کہ چکھو مزہ اُس عذاب کا جو اس کفر کے باعث تمہارے اوپر مسلط ہوا جو تم کرتے رہے تھے۔ البتہ وہ لوگ جن کے چہرے اُس دن سفید' روشن اور تابناک ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور اُس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم آپ ﷺ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں حق کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ تو جہان والوں کے لئے ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا۔ لوگ غلط راستے پر چل کر خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں جس کے نتیجے میں انہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔

اکثر اہم مباحث کے بعد لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ کے الفاظ آجاتے ہیں۔ گویا کہ مختصر ترین الفاظ میں یہ اللہ کی معرفت کا تذکرہ ہے کہ وہ زمین اور آسمان کے اندر کی تمام مخلوق کا مالک ہے اور بالآخر سارے معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے۔

تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے برپا کیا گیا ہے۔ یعنی تم دوسروں کے لئے مشعل راہ بنو۔ یہ دوسری بات ہے کہ امت مسلمہ ہی اپنا فرض منصبی بھول جائے۔ تاہم جو لوگ بھی ان میں جاگ رہے ہوں وہ دوسروں کو جگانے کی ذمہ داری پوری کرنے میں لگ جائیں۔ اس طرح امت کے اندر ایک امت بن جائے جو وہ کام کریں جس کے لئے انہیں دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ یہی مضمون سورۃ البقرہ کی آیت 143 میں بیان ہوچکا ہے۔ دنیا کی اور قومیں تو اپنے لئے زندہ رہتی ہیں' اُن کے پیش نظر اپنی ترقی' اپنی بہبود' اپنا عزت و وقار بڑھانا ہوتا ہے' ان کی ساری جدوجہد اسی دائرے کے اندر رہتی ہے۔ مگر امت مسلمہ کو خود ہدایت پر قائم رہنا اور دوسروں تک اس ہدایت کو پہنچانا ہے تاکہ وہ بھی جہنم کی آگ سے بچ سکیں۔ چنانچہ مسلمانوں کو تو دوسروں کے لئے زندہ رہنا ہے۔

کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے' جام رہے؟
ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے

تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی راہ نمائی) کے لئے برپا کی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ کیفیت تو پوری امت کی تھی جب رسول اللہ ﷺ خود ان کے درمیان موجود تھے۔ مگر اس وقت جب امت اپنے مقصدِ وجود کو فراموش کرچکی ہے' جن لوگوں کو بھی ہوش آجائے وہ دوسروں کو جگائیں اور ایک جمعیت فراہم کریں۔

اور اگر یہ اہل کتاب ایمان لے آتے تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا۔ ان میں کچھ لوگ وہ ہیں جو ایمان والے ہیں یعنی وہ جو یہود و نصاریٰ میں سے ایمان لاچکے ہیں یا ان سے مراد وہ لوگ بھی ہوسکتے ہیں جن کے اندر Potentially ایمان تھا اور کچھ دیر بعد وہ ایمان لانے والے تھے۔ لیکن اُن کی اکثریت فاسقوں اور نافرمانوں پر مشتمل ہے۔ یہ وہی حال ہے جو اس وقت امت مسلمہ کا ہوچکا ہے۔ اکثریت کی حالت دیکھ لیجئے۔

چوہدری رحمت اللہ بٹر

فرمانِ نبوی

روزہ دار کی دعا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ)) (رواه الترمذی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار کی افطار کے وقت' دوسرے عادل بادشاہ کی' تیسرے مظلوم کی' جس کو حق تعالیٰ شانہ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہوجائے''۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ	21 تا 27 اکتوبر 2004ء	جلد
40	6 تا 12 رمضان 1425ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ڈاکٹر عبدالخالق
مرزا ایوب بیگ۔ سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
☆.☆.☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

سوڈان ــــ امید کی کرن!

یادش بخیر! ''ندائے خلافت'' کے شمارہ نمبر 31 بابت 5 اگست 2004ء کے اداریے میں ہم نے قارئین محترم کی توجہ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی منظور کردہ اُس قرارداد کی طرف دلائی تھی جس میں حکومت سوڈان کو متنبہ کیا گیا تھا کہ اگر اس نے جنوبی سوڈان کے علاقے دارفور میں مظالم میں مصروف ملیشیا ''جنجوید'' کے خلاف تیس روز کے اندر کوئی موثر کارروائی نہ کی اور انہیں گرفتار کر کے ان کے خلاف مقدمات نہ چلائے تو سوڈان پر اقتصادی پابندیاں عائد کر جائیں گی۔

سیکورٹی کونسل کی مقررہ میعاد 31 اگست کو ختم ہو گئی تھی۔ اس اثناء میں ایک طرف تو سوڈان کو اقوام متحدہ کی پہلے سے جاری اقتصادی امداد روک لی گئی، دوسری طرف امریکا کے وزیر خارجہ کولن پاول نے خطے میں اپنے سب سے بڑے حلیف مصر کے دو مرتبہ دورے کئے۔ اس ڈپلومیسی کا نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ آج جب یہ شمارہ چھپنے کے لئے پریس جا رہا ہے امریکا کے تازہ حلیف معمر قذافی کے وطن لیبیا کے دارالحکومت طرابلس میں سوڈان اور اُس کے چار پڑوسی ممالک کے صدور مملکت سوڈان کے مسئلے کا حل مذاکرات کے ذریعے تلاش کرنے میں مصروف ہیں۔ اس ایک روزہ کانفرنس کے میزبان قذافی صاحب ہیں جو کبھی بڑھ چڑھ کر امریکا کے خلاف بیانات دیا کرتے تھے اور اب مینے کی طرح امریکا کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ قذافی کے علاوہ سوڈان کے صدر عمر البشیر، مصر کے صدر حسنی مبارک، چاڈ کے صدر ادریس دبائی اور نائیجیریا کے صدر اوباسانجو (جو افریقین یونین کے موجودہ صدر بھی ہیں) طرابلس میں موجود ہیں۔ باغی گروپوں کے لیڈروں کو بھی کانفرنس میں مدعو کیا گیا تھا، لیکن ان کی شرکت اب تک مخدوش ہے۔ معمر قذافی نے اتوار 17 اکتوبر کی شام کو ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ کانفرنس میں تین امور زیر غور آئیں گے۔ اوّل دارفور کے پناہ گزینوں کے لئے، جنہوں نے چاڈ اور دوسرے پڑوسی ملکوں میں پناہ لے رکھی ہے، خوراک کی فراہمی، دوم امن وامان کا قیام اور سوم تنازعے کا منصفانہ حل، جس سے سوڈان بین الاقوامی اقتصادی پابندیوں سے بچ سکے۔ انہوں نے کہا ہے کہ کانفرنس کو بین الاقوامی برادری، امریکا اور یورپی یونین کی تائید وحمایت حاصل ہے۔

دارفور جنوبی سوڈان کا ایک صوبہ ہے جس کا رقبہ سوڈان کے کل رقبے کے پانچویں حصے کے برابر ہے اور جس کی آبادی ساٹھ لاکھ کے قریب ہے۔ دارفور کی سرحدیں لیبیا، چاڈ اور سنٹرل افریقن ری پبلک سے ملتی ہیں۔ 3 فروری 2003ء سے جب سے کہ دارفور کے علیحدگی پسند باغی گروپوں نے حکومت سوڈان کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہیں، امریکا اور یورپی ممالک یہاں نسلی عصبیت کو نہ صرف ہوا دے رہے ہیں بلکہ باغی گروپوں کو اسلحہ بھی فراہم کر رہے ہیں۔ سوڈان سے ملحق ممالک کے عیسائیوں نے باغی گروپوں کو نہ صرف پناہ دی ہے بلکہ امریکہ اور یورپی ممالک سے اسلحہ، غلہ، فوجی ساز وسامان بھی وافر مقدار میں اُن کو پہنچ رہا ہے۔ امریکا و یورپ کے این جی اوز اور عیسائی مشنریوں کی تنظیمیں باقاعدگی سے دارفور میں اپنی امدادی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور ایک آزاد مسلم ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بھرپور سازش کر رہے ہیں۔ امریکا کے پرنٹ میڈیا میں سوڈان کو تقسیم کرنے کی پروپیگنڈا مہم چلائی جا رہی ہے۔ امریکا نے حال ہی میں باغیوں کے لئے تین کروڑ ڈالر کی ہنگامی امداد روانہ کی ہے۔ رُوس نے سوڈان کو جو 29 مگ طیارے فروخت کرنے کا معاہدہ کیا تھا، امریکا نے اس کو رکوا دیا ہے۔ اُدھر امریکی ایوان نمائندگان نے مکمل اتفاق رائے سے ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں دارفور میں جاری تشدد کو ''نسل کشی'' قرار دیا گیا ہے اور صدر بش سے کہا گیا ہے کہ اگر سلامتی کونسل کوئی کارروائی کرنے میں ناکام رہے تو امریکا یک طرفہ طور پر اقدام کرے۔

امریکا اور یورپی یونین ''لبریشن آرمی'' کو جو اقتصادی اور فوجی امداد فراہم کر رہے ہیں وہ انسانی ہمدردی میں نہیں بلکہ وہ سیاسی وجوہ سے دے رہے ہیں۔ ان کا مقصد سوڈان کو تقسیم کر کے وہاں ایک عیسائی ریاست کا قیام ہے۔ خاص طور پر اُن کی نظریں سوڈان میں نکلنے والے تیل کے ذخائر پر ہیں۔ حکومت سوڈان ہر مرحلے پر علیحدگی پسند باغیوں سے مذاکرات کر چکی ہے اور انہیں متعدد مراعات دیتی رہتی ہے۔ اب بھی سوڈان کے صدر طرابلس جانے کے لئے تیار ہو گئے ہیں، جہاں بے شک امریکا کے ''اشارے'' پر پانچ ملکوں کے صدور جمع ہیں لیکن وہ ممالک ''اسلامی سربراہ کانفرنس'' کے رکن ہیں۔ امید ہے کہ طرابلس کانفرنس مسئلے کا منصفانہ حل تلاش کرتے وقت مغربی استعمار کے خفیہ محرکات واسباب کو بھی پیش نظر رکھے گی۔ کیا عجب مسلم ملکوں کے ان صدور کے قلب میں پنہاں اسلامی رگِ حمیت بیدار ہو جائے اور وہ مغربی سازش کے پیچھے سوڈان کو تقسیم کرنے کا ارادہ پہچان سکیں۔ امکان ہے کہ ''انسانی حقوق'' کے پروپیگنڈے سے ماوراء یہ کانفرنس استعماری سازش پر نگاہ رکھتے ہوئے سوڈان کی وحدت اور مسلم تشخص کو قائم رکھنے کے حق میں فیصلہ کرے گی۔ (ادارہ)

پاکستان

❁ وفاقی حکومت نے آئندہ تعلیمی سال سے پہلی جماعت ہی سے انگریزی کو لازمی قرار دینے کا اعلان کیا ہے۔ آئندہ اساتذہ کی بھرتی کی تعلیمی قابلیت کم از کم ایف اے یا ایف سی ایس ہوگی۔ پورے امتحانی نظام اور نصاب کو بتدریج تبدیل کیا جارہا ہے۔ وفاقی وزیر تعلیم جاوید اشرف قاضی نے ''سلام ٹیچر ڈے'' کے موقع پر ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اساتذہ اردو کو بطور زبان پڑھائیں۔ غزوات نبویؐ اور صحابہ کرامؓ کے حالات اُردو کی کتاب میں نہ پڑھائے جائیں۔ اسلامیات کی کتاب میں پڑھائے جائیں۔

❁ سرحد کی صوبائی حکومت نے گرلز اسکولوں اور کالجوں میں پردے کی پابندی لازمی قرار دے دی ہے۔ صوبائی محکمہ تعلیم کی طرف سے جاری کردہ ایک سرکلر میں کہا گیا ہے کہ گرلز سکولوں اور کالجوں کی خواتین سٹاف صرف اپنی پرنسپل کی اجازت اور موجودگی میں مرد عملے سے بات کرسکیں گی۔ مرد اسٹاف صرف اپنے دفتری کام یا پرنسپل تک محدود رہیں گے۔

❁ پاک فوج نے کمانڈو ایکشن کر کے ٹانک' جنوبی وزیرستان سے ایک چینی انجینئر کو بحفاظت بازیاب کرالیا' جبکہ دوسرا اغواکاروں کی فائرنگ سے زخمی ہونے کے باعث فوت ہوگیا۔ فوجی کارروائی کے نتیجے میں پانچوں اغواکار مارے گئے۔ اغواکاروں کے لیڈر عبداللہ محسود نے اپنے رویے میں ذرا بھی لچک پیدا نہ کی' ورنہ دوسرا چینی انجینئر بھی رہا ہوسکتا تھا۔ حکومت پاکستان نے ہلاک ہونے والے چینی انجینئر کے اہل خانہ کو ایک لاکھ ڈالر جبکہ بازیاب ہونے والے چینی انجینئر کو پچاس ہزار ڈالر دینے کا اعلان کیا ہے۔

افغانستان

❁ اقوام متحدہ نے افغانستان میں پائیدار امن کے لئے افغان جنگی سرداروں کو غیر مسلح کرنے کا نیا منصوبہ تیار کیا ہے جس کے تحت ہر جنگی سردار کو ماہانہ چار سو ڈالر دیئے جائیں گے۔ وہ بیرونی ملک مفت دورے بھی کرسکیں گے۔ افغانستان میں تخفیف اسلحہ کے بارے میں اقوام متحدہ کا کہنا ہے کہ ابھی تک کم از کم 500 کمانڈروں کے پاس ساڑھے پانچ ہزار بھاری ہتھیار موجود ہیں۔ اب تک صرف اڑھائی ہزار ہتھیار جمع کئے جاسکے ہیں۔ واضح رہے کہ افغانستان میں تخفیف اسلحے کی ذمہ داری جاپان نے لی ہے۔

❁ الیکشن کمیشن نے پروفیسر سیاف کی تنظیم ''اتحاد اسلامی برائے آزادی'' اور سابق صدر ربانی کی تنظیم ''جمعیت اسلامی'' کو سیاسی تنظیم کے طور پر رجسٹر کرنے سے انکار کردیا ہے اور کہا ہے کہ چونکہ دونوں تنظیموں میں شامل کمانڈروں نے حکومت کو اپنے ہتھیار جمع نہیں کرائے' لہٰذا انہیں سیاسی جماعتوں کے طور پر رجسٹر نہیں کیا جاسکتا۔ واضح رہے کہ حزب اسلامی کو سیاسی جماعت کے طور پر رجسٹر کرنے پر غور کیا جارہا ہے' کیونکہ اس تنظیم کے رہنماؤں کا موقف ہے کہ اُن کی تنظیم سے وابستہ متعدد مسلح کمانڈر دوسری تنظیموں میں شامل ہوگئے ہیں۔ جبکہ تنظیم کے امیر انجینئر حکمت یار کا دیگر رہنماؤں سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔

کشمیر

❁ مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے امریکی' بھارتی اور پاکستانی تھنک ٹینکس اب تک کئی فارمولے پیش کرچکے ہیں بعض سیاسی حلقے مسئلہ کشمیر کے حوالے سے 2005ء کو فیصلہ کن سال قرار دے رہے ہیں۔ چھ ممکنہ حل میں حریت کانفرنس (انصاری گروپ) کے رہنما بھی بعض نکات پیش کرچکے ہیں۔ حریت کانفرنس کے روڈ میپ کے مطابق نیم خودمختار کشمیر کے امور خارجہ' کرنسی اور مواصلات کے محکموں کا انتظام پاکستان اور بھارت مل کر کریں۔ دونوں ممالک کی کرنسی بھی ریاست میں قابل قبول ہوگی۔ ایک سادہ حل یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق پوری ریاست جموں کشمیر میں رائے شماری کرائی جائے۔ ایک تجویز یہ ہے کہ کنٹرول لائن کو مستقل سرحد قرار دے کر موجودہ آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کی بنیاد پر تقسیم کیا جائے۔ ایک حل یہ ہے کہ مذہب کی بنیاد پر ہر ضلع کی رائے شماری کے تحت کشمیر کو تقسیم کیا جائے۔ ایک تجویز یہ ہے کہ جموں بھارت کو دیا جائے' آزاد کشمیر کے مسلم علاقے پاکستان کو دیئے جائیں اور وادیٔ کشمیر کو آزاد ریاست قرار دیا جائے۔ ایک حلقے کی تجویز یہ ہے کہ پانچ سال تک آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے شہریوں کو آزادانہ میل جول کا موقع دیا جائے۔ پانچ سال کے بعد کشمیری سیاسی جماعتوں کے کونشن میں تجاویز مرتب کی جائیں۔ ان پر ریفرنڈم کے بعد فیصلہ کیا جائے۔

روس

❁ روس میں جہاں پندرہ کروڑ کی آبادی میں سے 60 لاکھ کے قریب مسلمان ہیں' سال رواں کے ماہ جنوری سے اکتوبر تک اس ماہ میں بیس ہزار روسی شہریوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ گزشتہ 2003ء میں پندرہ ہزار 300 افراد نے اور اس سے قبل 2002ء میں بارہ ہزار 450 روسیوں نے ماسکو میں اسلام قبول کیا تھا۔ اکثریت نے اپنے قبول اسلام کا اعلان ماسکو کی بڑی مساجد میں کیا۔ اسلام قبول کرنے والے روسیوں میں 60 فیصد تعداد کمیونسٹوں کی ہے۔ ان میں 75 فیصد نوجوان خواتین شامل ہیں جن کی عمر 17 تا 21 سال ہے۔ ماسکو شہر میں مسلمانوں کی تعداد بیس لاکھ سے زیادہ ہے۔

عراق

❁ امریکی و اتحادی فوج کے آپریشن کا ایک حصہ مکمل ہوگیا۔ شیعہ مزاحمت کار تنظیم مہدی ملیشیا نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں اور سیاسی عمل میں شریک ہونے کا اعلان کیا ہے۔ علاوی کی حکمرانی تسلیم کرلی ہے' جبکہ سنی اکثریتی علاقوں میں مزاحمت مزید تیز ہوگئی ہے۔ گزشتہ ایک ہفتے کے دوران میں مجاہدین کے حملوں میں 98 عراق و اتحادی فوجی ہلاک اور ڈیڑھ سو سے زائد شدید زخمی ہوئے۔ بغداد' رمادی' موصل' تاہ' بصرہ' بعقوبہ اور دوسرے شہروں میں اتحادی فوجوں کی سخت مزاحمت کی گئی اور بم دھماکوں سے نقصان پہنچایا گیا۔ فلوجہ میں امریکی طیاروں نے ابومصعب زرقاوی کے ٹھکانوں پر فضائی حملے کئے گئے اور فلوجہ شہر کے عمارتوں اور دفتروں کو منہدم کیا گیا۔

شام ولبنان

❁ امریکا نے لبنان سے شام کی فوج واپس بلانے کے لئے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں ایک قرارداد پیش کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اس قرارداد میں کہا گیا ہے کہ لبنان سے غیر ملکی فوج فوری طور پر واپس بلائی جائے۔ جبکہ شام اور لبنان کا مشترکہ موقف ہے کہ شام کی فوج لبنان کی دعوت پر معاہدے کے تحت وہاں پر موجود ہے۔

انڈونیشیا

❁ سرکاری وکلاء نے دینی رہنما ابوبکر بشیر کے خلاف فرد جرم عائد کردی ہے۔ ان پر الزام ہے کہ وہ گزشتہ سال جکارتہ کے میریٹ ہوٹل میں ہونے والے خودکش حملے میں ملوث ہیں جس میں بارہ افراد مارے گئے تھے' اب مقدمے کی باقاعدہ کارروائی دو ہفتے کے بعد شروع ہوگی۔ ابوبکر بشیر نے جمعۃ الاسلامیہ اور دہشت گردی سے تعلق کے الزام کو رد کردیا ہے۔

ایران

❁ ایران اور روس نے ایران کے ''بوشہر ایٹمی بجلی گھر'' کی تعمیر کا کام مکمل کرلیا ہے۔ امریکا نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ ایران اسے ایٹمی ہتھیار بنانے کے لئے استعمال کرے گا۔ ایران نے یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ استعمال شدہ ایٹمی ایندھن روس کو واپس کرے گا جو کہ ایٹمی ہتھیار بنانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

امانت داری اور عہد کی پاس داری

مسجد دار السلام باغ جناح' لاہور میں مرکزی ناظم دعوت تنظیم اسلامی جناب رحمت اللہ بٹر صاحب کے یکم اکتوبر 2004ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے برگزیدہ انسانوں کے لئے رحمت اور سلامتی کی دعا کے بعد' میں نے قرآن مجید میں سے سورۃ المومنون کی آٹھویں آیت تلاوت کی ہے۔ قرآن مجید میں دو مقامات ایسے ہیں جن میں بندہ مومن کی دو بنیادی صفات ایک جیسے الفاظ میں بیان کی گئی ہیں۔ سورۃ المومنون کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ: ''بے شک فلاح پا گئے وہ مومن''۔ اس کے بعد ایک صاحب ایمان کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے دو خوبیاں ایسی ہیں جن کا ذکر اکٹھا کیا گیا ہے۔ چنانچہ آٹھویں آیت میں فرمایا گیا: ''اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی پاسداری کرتے ہیں۔'' یعنی جو امانت قبول کرتے ہیں اور جو بھی ذمہ داری انہیں ملتی ہے' اس کا حق ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ عہد کا ایفا بھی کرتے ہیں۔ سورۃ المعارج میں بھی یہ مضمون انہی الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

قرآن مجید میں یہ دونوں چیزیں دو پیرایوں میں بیان ہوئی ہیں۔ سب سے بڑی امانت جو انسانوں نے قبول کی ہے' اس کا بھی ذکر ہے اور جو سب سے بڑا عہد ہم نے اپنے رب سے کیا ہے' اسے بھی واضح کر دیا گیا۔ ان دونوں چیزوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ سورۃ الاحزاب کی آیات 72' 73 میں امانت کا ذکر ہے کہ: ''بے شک ہم نے امانت پیش کی آسمانوں کو' زمین کو' پہاڑوں کو' تو انہوں نے اسے اٹھانے سے اِبا کیا۔ اور وہ اس (بارِ امانت) سے ڈر گئے۔ لیکن انسان نے اسے اٹھا لیا۔ اور یہ بڑا ہی بے ترس نادان ہے۔ تا کہ اللہ عذاب دے منافق مردوں کو' اور منافق عورتوں کو' اور مشرک مردوں کو اور مشرک عورتوں کو اور معاف کرے مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو' اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔'' یہ ہے امانت کا تصور جو قرآن مجید میں پیش کیا گیا۔ اس عہد کے بارے میں سورۃ الاعراف کی آیات 172' 173 میں فرمایا گیا: ''اور (یاد کرو) جب تیرے رب نے بنی آدم سے ان کی پیٹھ میں سے ان کی اولاد نکالی اور ان کو خود اپنے اوپر گواہ ٹھہرایا۔ (پھر ان سے پوچھا:) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ بولے: کیوں نہیں' ہم اس پر گواہ ہیں۔ (یہ عہد اس لئے لیا گیا کہ مبادا) تم قیامت کے دن یہ کہہ دو کہ ہمیں معلوم ہی نہیں تھا۔ یا یہ کہو کہ بے شک پہلے ہمارے باپ دادا مشرک تھے' اور بعد میں ہم ان کی اولاد ہوئے۔ تو ہم کو اس فعل پر کیوں ہلاکت میں ڈالتا ہے جو خطا والوں نے کیا ہے؟'' یعنی ہر شخص خود مسئول ہے' آباء واجداد کا مشرک ہونا اس کے شرک کی دلیل نہیں بن سکتی۔

قرآن مجید میں امانت اور عہد کی پاسداری کا بڑا تاکیدی حکم ہے۔ اس دنیاوی زندگی میں اجتماعیت کے معاملات چلانے کے لئے مختلف افراد کو ذمہ داریاں دینی پڑتی ہیں۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ ''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کیا کرو جو ان کے اہل ہیں۔ اور جب تم لوگوں کے درمیان کوئی فیصلہ کرو' تو پھر عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو۔'' اجتماعی زندگی میں ایک اہم ذمہ داری انتظامی سربراہ پر ہوتی ہے' لیکن اس سے بھی بڑی ذمہ داری قاضی کی ہوتی ہے جو لوگوں کے درمیان انصاف کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا ذکر بھی ساتھ کر دیا گیا۔ آگے ارشاد ہوا کہ: ''دیکھو یہ کتنی اچھی نصیحتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ تمہیں فرما رہے ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کا سننے والا' دیکھنے والا ہے۔'' تمہارے دل کے اندر جو بھی خیالات ہوں' جن کی بنیاد پر تم فیصلے کر رہے ہو' یہ مت سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نہیں ہیں۔ یہ سرگوشیاں بھی اللہ تعالیٰ سنتا ہے۔ وہ تمہاری نیتوں کو جانتا ہے اور تمہارے معاملات کو بھی دیکھ رہا ہے۔ قرآن مجید میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اجتماعی زندگی میں جو ذمہ داریاں لوگوں کے سپرد کی جاتی ہیں' ان کی مسئولیت کیا ہے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنے فرمودات میں ان چیزوں کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ امارت کی ذمہ داری کے حصول کے لئے دل کے اندر خواہش تو پیدا ہوتی ہے لیکن جسے بھی یہ ذمہ داری دی جائے' وہ بہت کڑی آزمائش میں پڑ جاتا ہے۔ اگر اس نے ذرا بھی کوتاہی کی تو یہاں بھی ذلت ورسوائی ہوگی اور آخرت کے اندر بھی ہلاکت کا سامان بن جائے گا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے بہت سے صحابہ کو تلقین فرمائی کہ اگر تمہیں کوئی ذمہ داری دی جائے تو کبھی قبول نہ کرنا' کیونکہ تم اس کی اہلیت نہیں رکھتے۔

قرآن حکیم میں فرمایا گیا: ''اے ایمان والو! کہا مانا کرو اللہ کا بھی اور اس کے رسول کا بھی اور ان کا بھی جن کو تم صاحبِ اختیار بناؤ اپنے میں سے۔'' صاحبِ اختیار کی اطاعت کے حوالے سے قرآن مجید نے ایک ہی شرط لگائی ہے کہ وہ نظام اسلام قائم کرے۔ اس میں سب سے بڑا نماز اور زکوٰۃ کا نظام ہے۔ اگر حاکم اپنی رعیت کے اندر ان دو چیزوں کا اہتمام کر لے تو پھر اس کی ذاتی کوتاہیاں بھی اس کا حکم نہ ماننے کا جواز نہیں بن سکتیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے: ''اگر تمہارے اندر کوئی تنازعہ ہو جائے' تو پھر اس معاملے کو لوٹا دیا کرو اللہ اور اس کے رسول کی طرف اگر تم واقعی ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور آخرت کے دن پر۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔'' ہماری اجتماعی زندگی میں جو بھی معاملات ہیں' وہ انہی دو چیزوں کی بنیاد پر ہیں' یعنی ذمہ داری کی امانت اور عہد کی پاسداری۔ ذمہ داری اور عہد آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ چنانچہ جب کسی کو مملکت کے سربراہ کی ذمہ داری دی جاتی ہے تو وہ یہ عہد کرتا ہے کہ میں اپنے فرائض کی ادائیگی میں اپنی نفسانی خواہشات کو رکاوٹ بننے نہیں دوں گا اور اپنے ذاتی مفادات پر اجتماعی مفاد کو مقدم رکھوں گا۔ مزید یہ کہ مملکت کے تمام شہریوں کے حقوق کی ادائیگی میں عدل سے کام لوں گا۔

سیاسی میدان میں امانت کے حوالے سے سب سے پہلی ذمہ داری ووٹر پر آتی ہے کہ وہ اپنا یہ فرض صحیح طور پر دیانت داری کے ساتھ ادا کرے۔ وہ چھان بین کر کے صرف اسی کو ووٹ دے جو اس ذمہ داری کو اٹھانے کا حقیقی طور پر اہل ہو۔ اگر امیدواروں میں متعلقہ خوبیوں کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا تو سب سے پہلی بددیانتی ووٹر ہی کی طرف سے ہو گی۔ جو امیدوار عہدے کے حصول کے لئے کھلے عام لوگوں کے سامنے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں' اگر وہ اپنا عہدہ سنبھالنے کے بعد اس قول اور عہد کی پاسداری نہیں کرتے تو وہ بددیانتی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور امانت میں خیانت کر رہے ہیں۔ یہ معاملہ صرف سیاسی میدان ہی تک محدود نہیں ہے۔ جب کوئی شخص کسی ملازمت کے حصول کے لئے اپنی خدمات پیش کرتا ہے تو گویا وہ اس وقت ایک قسم کا عہد کر رہا ہوتا ہے کہ اگر یہ ذمہ داری مجھے دی گئی تو میں اس کے تمام تقاضے پورے کروں گا۔ لہٰذا درحقیقت یہی دو چیزیں قومی زندگی کی بنیاد ہوتی ہیں۔ جس قوم کے اندر اپنے عہد کی پاسداری اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کا احساس ہو' وہ دنیا کے اندر ابھرتی ہے۔ لیکن جہاں یہ دو چیزیں نہ رہیں' وہ

قوم میں دوسروں کی مقروض بن جاتی ہیں اور مقروض قوم اپنے فیصلوں میں آزاد نہیں رہتی۔ ایک حدیث مبارکہ کی رو سے مقروض انسان کی حیثیت غلام کی سی ہو جاتی ہے۔ یہی دونوں چیزیں ہمارے ایمان کی اساس بھی ہیں۔ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ سے کیے گئے اپنے عہد کا کچھ پاس ہو تو ہماری قومی زندگی سدھر جائے اور اس کے تقاضے پورے ہوں۔ جو شخص بھی کسی دفتر میں ملازمت کے دوران اپنی ذمہ داری پوری طرح ادا نہیں کر رہا تو وہ جو کچھ بھی معاوضہ لے رہا ہے وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ یہ چیز ہمارے ذہنوں سے بالکل اوجھل ہو گئی ہے۔ اگر ایک شخص رشوت نہیں لیتا اور اپنے عہدے کا ناجائز فائدہ بھی نہیں اٹھاتا' لیکن اپنے اوقات کار کا پورا دورانیہ اس کام میں نہیں گزارتا جو اسے دیا گیا ہے تو وہ خیانت اور بدعہدی کر رہا ہے!

یہ ذمہ داری صرف انتظامی سربراہوں ہی کی نہیں ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ نے واضح کر دیا کہ تم میں سے ہر ایک کی حیثیت چرواہے کی ہے' جس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مردوں کو عورتوں پر جو فضیلت دی ہے وہ بحیثیت انسان نہیں ہے بلکہ گھر کے ادارے کا سربراہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اسے ذمہ دار بنایا گیا ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کے لئے حلال ذرائع سے نان نفقہ کا انتظام کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اسے ذمہ داری سمجھ کر ادا کرتا ہے تو یہ سارا خرچہ صدقہ گنا جائے گا اور اللہ اس کا اجر بھی دے گا۔ اسی طرح گھر والوں کی تربیت کرنا بھی مرد کی ذمہ داری ہے۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم صرف ان کے کھانے پینے ہی کا بندوبست کرتے رہے یا ان کے اندر دین کی رغبت پیدا کرنے اور انہیں باعمل مسلمان بنانے کے لئے بھی تم نے کچھ کیا! پھر فرمایا گیا کہ عورت مرد کے گھر کی ذمہ دار ہے' کیونکہ مرد کو معاش کے سلسلے میں گھر سے باہر رہنا پڑتا ہے۔ عورت کوئی ایسا خرچ نہیں کر سکتی جس کی اجازت اس نے اپنے خاوند سے نہ لی ہو۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ ایک نوکر اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے۔ اگر وہ مالک کے مال کے اندر خیانت کرتا ہے تو اس کا جواب دہ ہو گا۔ لہٰذا ہر شخص کسی نہ کسی طور سے مسئول ہوتا ہے۔ اسے یہ سوچنا چاہئے کہ میں اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہوں یا نہیں!

کچھ ذمہ داریاں اللہ کی طرف سے بھی انسان پر عائد ہیں۔ اسی طرح رسول کی رسالت کا اقرار کرنے سے بھی اس پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ: ''اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ کی بھی اور اس کے رسول کی بھی۔ اور اپنی امانتوں کے اندر بھی بددیانتی نہ کرو۔ اور (ان ذمہ داریوں کو) تم اچھی طرح جانتے ہو۔'' انسان جب بھی بددیانتی کرتا ہے تو لاعلمی میں نہیں کرتا بلکہ جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے۔ ہر شخص کے علم میں ہے کہ اس پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں' اور اس کے کون سے حقوق ہیں۔ اسے معلوم ہے کہ نافرمانی کیا ہے اور فرمانبرداری کیا ہے! سب سے بڑا عہد تو عہد الست ہے' جو ہم اللہ تعالیٰ سے کر کے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص سے یہ عہد لیا کہ وہ اپنے مالک حقیقی کا فرماں بردار ہو کر زندگی گزارے گا۔ دوسرا عہد وہ ہے جو ہر شخص اسلام کو شعوری طور پر قبول کرتے ہوئے اللہ سے کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہوئی۔'' یہاں نعمت ایمان کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا یہ راستہ ہمارے لئے کھولا اور ہم نے اسے خود اختیار کیا ہے۔ آگے فرمایا: ''اور اس پختہ عہد کو یاد رکھا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں باندھ لیا ہے' جب تم نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور مانا۔'' جب کوئی شخص شعوری طور پر کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتا ہے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا معاہدہ ہے' جس کی پاسداری لازم ہے۔ پھر فرمایا کہ: ''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو' بے شک اللہ تمہارے سینوں کے بھید تک جانتا ہے۔''

یہ وہ عہد ہے جو انفرادی طور پر ہر شخص نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے' لیکن اجتماعی طور پر بھی ایک عہد ہے جو امت مسلمہ نے اللہ تعالیٰ سے کر رکھا ہے۔ ختم نبوت کی وجہ سے وہ ذمہ داری جو پہلے رسولوں پر تھی' اب اس امت پر ڈالی گئی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے دین کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ چنانچہ اس ذمہ داری کے بارے میں بھی قرآن مجید میں سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ میں مسلمانوں کو بحیثیت امت خطاب کر کے یاد کرایا گیا کہ: ''اے ایمان والو! اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ عدل کے گواہ بن کر' تاکہ لوگوں کے اندر عدل اجتماعی قائم کیا جائے''۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو عدل ہی کے لئے بھیجتا رہا ہے۔ لہٰذا جب تم نے انہیں قبول کر کے زندگی اختیار کی ہے تو اس عدل کے تقاضے پورے کیا کرو۔ آگے فرمایا: ''اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس سے نہ روکے کہ تم عدل سے کام لو۔ عدل سے کام لیا کرو' یہی تقویٰ کے قریب ہے۔ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو' بے شک اللہ تعالیٰ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔''

نبی اکرم ﷺ جن الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا کرتے تھے' انہوں نے اپنے ماننے والے ساتھیوں کو بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کی تلقین کی۔ چنانچہ یہ استغفار کی جامع ترین صورت ہے' جسے سید الاستغفار کے نام سے روایت کیا گیا ہے۔ احادیث کے اندر اس کا ذکر موجود ہے۔ اس میں بھی ان دونوں ہی چیزوں کے عہد کی پاسداری کی یاددہانی ہے' یعنی عہد الست اور کلمہ شہادت۔ چنانچہ اس کے الفاظ مع ترجمہ یوں ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ

''اے اللہ تُو میرا رب ہے' نہیں کوئی معبود مگر تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں' اور میں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں اپنی طاقت کے موافق' میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اپنی بدکاریوں سے اور تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں' تو مجھے بخش دے گناہ میرے' بس تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشتا۔''

اگر کوئی شخص ان الفاظ کو یاد کر کے انہیں دہرانا اپنا معمول بنالے تو اسے اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد کا احساس ہوتا رہے گا۔ اس سے بھی بڑھ کر ایک بندہ مومن نماز کی ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے ذریعے اس عہد کا اعادہ کرتا ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں سب سے پہلے تو اللہ کے رب ہونے کا اقرار کیا جاتا ہے۔ پھر اسی ہستی سے استعانت طلب کی جاتی ہے۔ یہ گویا کہ اللہ اور بندے کے درمیان ایک معاہدہ ہو جاتا ہے۔ اگر بندہ اپنا عہد پورا کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی توقع رکھنی چاہئے کہ وہ بھی اس کی استعانت کرے گا۔ کوئی بھی عہد دوطرفہ ہوتا ہے اور جس کی طرف سے ابتدا ہوتی ہے' پہلا فرض اسی پر عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کی شرائط کو پورا کرے۔ معاشرے کی اخلاقی اقدار میں سے ایک اہم قدر یہ سمجھی جاتی ہے کہ اگر انسان کسی معاملے میں اپنی زبان سے قول دے دے تو پھر اس سے کسی بھی صورت میں پھرے نہیں۔ اگر کوئی اپنی زبان سے مکر جائے تو اسے نہایت گھٹیا اور رذیل فعل تصور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہمیں یہ احساس ہونا چاہئے کہ ہم نے اللہ کو بھی زبان دے رکھی ہے۔ اپنے خالق کے ساتھ بھی کوئی قول قرار کر رکھا ہے۔ اگر ہم وہ قول نہیں نبھاتے تو مومن کیسے ہو سکتے ہیں! ایمان کے تقاضے کیسے پورے ہو سکتے ہیں؟ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ شاید ہی کبھی ایسا ہوا ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ الفاظ نہ فرمائے ہوں کہ اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت کی پاسداری نہیں' اور اس کا کوئی دین نہیں ہے جس میں عہد کی پاسداری نہیں۔ چنانچہ یہ دونوں چیزیں جن کو نبی اکرم ﷺ نے ایمان اور دین قرار دیا ہے' لازم و ملزوم ہیں۔

اسی حوالے سے ایک حدیث مبارکہ میں منافق کی جو تین نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں' ان میں سے دو یہی ہیں کہ جب اسے امانت دی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے اور جب عہد کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ یہ ہے اصل معاملہ جسے ہر شخص کو دیکھنا چاہئے۔ آج مغربی قوموں نے

(باقی صفحہ 16 پر)

جارج بش یا جان کیری

ایوب بیگ مرزا

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں دو جماعتی نظام ہے جن میں سے ایک کا نام ڈیموکریٹک پارٹی اور دوسری ری پبلیکن پارٹی ہے۔ ان ہی دونوں کے درمیان صدارتی انتخابات میں حقیقی مقابلہ ہوتا ہے۔ ایک کا نشان گدھا اور دوسرے کا ہاتھی ہے۔ امریکہ میں انتخابات کا دن مہینہ اور سال آئین میں لکھا ہے۔ اس سے انحراف ممکن نہیں' یعنی ہر لیپ سال کے نومبر کے پہلے سوموار کے بعد جو منگل آئے گا اس منگل کو انتخابات کروانے لازم ہیں' یعنی اگر یکم نومبر کو منگل ہوگی تو چونکہ اس سے پہلے سوموار ماہ نومبر میں نہیں آیا لہٰذا انتخابات اگلے منگل یعنی 8 نومبر کو ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امریکہ میں انتخابات لیپ سال کے نومبر کے مہینے میں 2 تاریخ سے 8 تاریخ کے درمیان ہونا لازم ہیں۔ ایک شخص زیادہ سے زیادہ 2 مرتبہ امریکہ کا صدر بن سکتا ہے۔ صرف روز ویلٹ کے لئے آئینی ترمیم کی گئی تھی اور وہ تین مرتبہ امریکہ کا صدر بنا تھا۔

ان دو جماعتوں کا نمائندہ امیدوار بننے کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ اگر کسی جماعت کا صدر دونوں ٹرم پوری کر چکا ہو تو پھر دونوں جماعتیں اپنی اپنی جماعت سے نمائندہ امیدوار کھڑا کرنے سے پہلے جماعت کے اندر زبردست جمہوری مشق کرواتی ہیں اور جماعت کا امیدوار باقی تمام امیدواروں پر اپنی برتری ثابت کر کے جماعت کا نمائندہ امیدوار بنتا ہے۔ البتہ اگر صدر نے ایک ہی ٹرم پوری کی ہو تو پختہ روایت یہ ہے کہ دوسری ٹرم کے لئے اپنی جماعت کا کوئی شخص اس کے مقابلے میں بطور امیدوار کھڑا نہیں ہوتا اور دوسری ٹرم کے لئے صدر ہی کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ جماعت کا نمائندہ امیدوار بنے۔

انتخابی مہم لیپ سال کے آغاز ہی سے شروع ہو جاتی ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تیز تر ہوتی جاتی ہے۔ البتہ اس مرتبہ انتخابی مہم وقت سے پہلے ہی شروع ہو گئی تھی۔ ڈیموکریٹ پارٹی کی طرف سے نو عدد امیدواروں نے جماعت کا نمائندہ امیدوار بننے کی کوشش کی جن میں سے قرعہ فال جان کیری کے نام نکلا۔ ری پبلیکن پارٹی کے امیدوار صدر جارج بش ہیں۔ انہوں نے ابھی کیونکہ ایک ٹرم مکمل کی تھی لہٰذا روایت کے مطابق جماعت میں سے کوئی امیدوار ان کے مقابلے میں امیدوار نہ بنا۔ اب یہ مقابلہ 2 نومبر کو ڈیموکریٹ پارٹی کے امیدوار جان کیری اور ری پبلیکن کے امیدوار جارج بش کے درمیان ہوگا۔ جارج بش صدر کی حیثیت سے ایک ٹرم مکمل کر چکے ہیں۔ عام امریکی ووٹر کا رجحان یہ ہوتا ہے کہ ایک صدر کو دو ٹرم ملنی چاہئے' تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار کر سکے اور اپنے پروگرام کو مکمل کرنے کے لئے اسے مناسب موقع ملے۔ صدر بش نے دہشت گردی کا ہوا کھڑا کر کے اور امریکہ کی سلامتی کو خطرہ کا زبردست پروپیگنڈا کر کے امریکی عوام کو خوف زدہ کیا ہوا ہے اور یہ تاثر دے رہے ہیں کہ اگر اگلا صدر طاقتور نہ ہوا تو امریکہ کی سلامتی کو ضعف پہنچ سکتا ہے۔ اس کے باوجود جان کیری بڑی زوردار انتخابی مہم چلا رہے ہیں۔ وہ عراق کی جنگ میں ہونے والے نقصانات کے حوالہ سے بش پر زبردست تنقید کر رہے ہیں۔ اس طرح یہ مقابلہ بڑا کانٹے دار ہوگا۔ آمنے سامنے تین مباحثے ہو چکے ہیں۔ اگرچہ ان مباحثوں میں سے کسی ایک میں بھی یہ صورتحال پیدا نہیں ہوئی کہ کوئی ایک اپنے مدمقابل کو مکمل طور پر ناک آؤٹ کر سکتا اور دونوں کے حامیوں نے اپنی اپنی کامیابی کا دعویٰ کیا ہے' لیکن غیر جانبدار ماہرین کے مطابق جان کیری کا پلہ بھاری رہا ہے۔ ہر دوسرے روز سروے ہو رہے ہیں اور دونوں امیدواروں کے گراف اوپر نیچے ہو رہے ہیں۔

گزشتہ انتخابات میں امریکی مسلمانوں نے اپنا وزن مکمل طور پر بش کے پلڑے میں ڈال دیا تھا اور بش چونکہ انتہائی معمولی مارجن سے جیتے تھے لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ بش کے جتوانے میں مسلمانوں کا ہاتھ تھا۔ بعد میں جو کچھ بش نے عالم اسلام کے ساتھ کیا وہ کوئی راز نہیں۔ اسی بنا پر اس مرتبہ مسلمان ووٹر کا رجحان بش کے مخالف امیدوار جان کیری کی طرف ہے۔ اگرچہ مسلمان اب جان چکے ہیں کہ جان جیتے یا جارج' مسلمانوں کا کوئی دوست نہیں' لیکن وہ کیری کو چھوٹی برائی قرار دے رہے ہیں۔ راقم کو بھی اس بات سے صدفی صد اتفاق ہے کہ ان میں سے مسلمانوں کا کوئی سجن نہیں' لیکن بعض وجوہات کی بنا پر راقم کی سوچ ہے کہ کیری عالم اسلام خصوصاً پاکستان کے لئے بش سے بھی بڑا دشمن ثابت ہوگا۔ گزشتہ انتخابات میں جب مسلمان بڑے جوش و خروش سے بش کو سپورٹ کر رہے تھے تو اس وقت ان کے پاس دلیل یہ تھی کہ مخالف امیدوار کا نائب یہودی ہے اور نائب صدر کسی وقت بھی صدر بن سکتا ہے۔ پھر یہ کہ الگور خود بہت بڑا یہود نواز ہے' اسی لئے اس نے اپنا نائب ایک یہودی کو منتخب کیا ہے۔ پہلی مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ یہودی بالواسطہ اثر انداز ہونے کی بجائے خود ایک یہودی کو اتنے بڑے عہدہ کے لئے امیدوار بنا رہے تھے۔ مسلمانوں کو اسی بات سے دھوکہ ہوا۔ بعد ازاں بش نے جو کچھ یہودیوں کے لئے کیا اور اس کا نائب ڈک چینی یہودیوں سے بڑھ کر یہودی ثابت ہوا۔

سب سے پہلے تو سمجھنے والی بات یہ ہے کہ جس طرح پاکستان میں وڈیرے اور جاگیردار اقتدار کا محاصرہ کئے رکھتے ہیں' کبھی بلاواسطہ اور کبھی بالواسطہ اقتدار میں رہتے ہیں اور انہیں مکمل طور پر اقتدار سے الگ کر دینا ممکن نہیں چاہے سول حکومت ہو اور چاہے مارشل لاء۔ اس سے کہیں آگے بڑھ کر اور کہیں زیادہ یہودی امریکہ میں ممکنہ مقتدر لوگوں کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ ری پبلیکن کے صدر بش نے یہودیوں کے لئے جو کچھ کیا وہ سب کے سامنے ہے۔ اس مرتبہ بھی وہ اپنی جماعت کی طرف سے صدارت کے امیدوار ہیں۔ ڈیموکریٹس کا حال کچھ یوں ہے کہ ان کی جماعت کے 9 اراکین صدارتی امیدوار کا ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ ان سب کا کسی نہ کسی حوالہ سے یہودیوں کے ساتھ تعلق تھا۔ یعنی کوئی ڈیموکریٹ جو یہودیوں کے زیر اثر نہ تھا' امیدوار بن کر بھی میدان میں نہ اتر سکا۔ بش کو بلیک میل کرنے کے لئے جان کیری کو ٹکٹ دلوایا گیا۔ عراق کی جنگ کے خلاف بیان دینا جان کیری کی سیاسی مجبوری ہے البتہ یاسر عرفات کے بارے میں اس نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں ان کا اس کے سوا کچھ مطلب نہیں کہ اگر یہودیوں نے اسے پھانسی بھی چڑھا دیا تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

یہودیوں نے سپریم پاور امریکہ کو عالم اسلام کا بدترین دشمن بنا دیا ہے۔ امریکیوں کا ان کے شکنجے سے نکلنے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ امریکی اپنی طاقت کا اندھادھند استعمال عالم اسلام پر کرتے رہیں گے۔ اصولی طور پر مسلمانوں کا لائحہ عمل یہ ہونا چاہئے تھا کہ خاموشی سے اپنی طاقت میں اضافہ کریں اور امریکہ کے روبہ زوال ہونے کا انتظار کریں۔ بدقسمتی سے مسلمان ممالک کی قیادت ایسے ہاتھوں میں ہے جو صرف اپنے اقتدار سے مخلص ہیں اور اپنے اقتدار کی حفاظت کے لئے وہ عالم اسلام کے اسی دشمن یعنی امریکہ سے مدد حاصل کرتے ہیں جو ظاہر ہے ان کی مدد اس شرط پر کر رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کو کسی بھی لحاظ سے طاقتور نہیں ہونے دیں گے۔

مسلمان ممالک میں مذہبی قوتوں نے اس کا حل یہ نکالا ہے کہ وہ امریکی مفادات پر حملے کرتے ہیں جس میں گوریلا جنگ اور خودکش حملے شامل ہیں۔ یہ لوگ ابھی تک کوئی مثبت نتیجہ حاصل نہیں کر سکے۔ ان حملوں نے سپریم پاور کو پریشان تو بہت کیا ہے لیکن اس سے ظالم امریکی و یہودی مظلوم' اور مظلوم مسلمان ظالم نظر آنے لگے ہیں۔ ان حملوں کا صرف ایک پلس پوائنٹ ہے' وہ یہ کہ امریکہ ان حملوں کے خلاف جوابی کارروائی میں وحشیانہ قوت استعمال کرتا ہے اور تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جب کسی قوم کو اتنی زیادہ مار پڑے تو اس کے اٹھ کھڑے ہونے کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں اور مخلص قیادت بھی ابھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ عظیم قوتوں اور سلطنتوں کی قیادت جب جھوٹے ظالم اور بدکردار انسان کے ہاتھ میں آ جاتی ہے تو ان کے زوال کا آغاز ہو جاتا ہے۔ بش سے زیادہ ان صفات کا حامل شاید کوئی اور امریکی نہ ہو۔ مسلمان امریکی ووٹر اس نکتہ نظر سے فیصلہ کریں' پھر یہ کہ کیری نے اعلان کیا ہے کہ صدر منتخب ہونے کی صورت میں وہ چھ ماہ کے اندر امریکی فوج عراق سے واپس بلا لے گا جب کہ بش کے لئے ایسا فیصلہ کرنا قریباً ناممکن ہے۔

عراق کی صورتحال یہ ہے کہ وہاں شیعہ اور سنی دونوں امریکی قبضہ کے خلاف الگ الگ مزاحمت کر رہے ہیں لیکن امریکہ دشمنی انہیں ابھی تک متحد نہیں کر سکی۔ اگر امریکہ نے اتنی جلدی وہاں سے اپنی فوجیں نکال لیں تو راقم کو یقین ہے کہ وہاں ایسا خوفناک شیعہ سنی فساد ہو گا اور اتنی زیادہ خونریزی ہو گی کہ اس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر وہاں امریکی افواج ایک طویل عرصے تک رہتی ہیں تو بالآخر امریکی معیشت کی کمر ٹوٹے گی۔ بش اگر عراق کے معاملے میں اپنی ضد پر قائم رہتا ہے تو اسے بے تحاشا ٹیکس لگانے پڑیں گے اور ٹیکسوں کی زیادتی امریکیوں کو مشتعل کرے گی اور یہ اشتعال ان کے سیاسی نظام کی چولیں بھی ہلا سکتا ہے۔ لہٰذا امریکہ دشمنی کا تقاضا ہے کہ سوچا جائے' کس کا صدر بننا مسلمانوں کے لئے بہتر ثابت ہو سکتا ہے۔

پاکستانیوں کے لئے ایک اضافی معاملہ بھی ہے۔ اگر جان کیری صدر منتخب ہو کر عراق سے پسپائی اختیار کرتا ہے تو اسے امریکی وقار کو سہارا دینے کے لئے اور انتہا پسند عیسائیوں اور یہودیوں کو مطمئن کرنے کے لئے مسلمانوں کے خلاف کہیں اور مہم جوئی کرنا پڑے گی۔ یہودیوں نے جن چیزوں کو ریڈ مارک کیا ہوا ہے ان میں پاکستان کی ایٹمی صلاحیت بھی شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جان کیری پاکستان کی کشمیر میں دراندازی اور ایٹمی صلاحیت پر تشویش کا اظہار بھی کر چکا ہے۔ آخری بات یہ ہے کہ فرد ہو یا قوم جو اپنا دوست نہ بن سکے اس کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ جان ہو یا جارج ہم ان سے دوستی بھیک میں نہیں مانگ سکتے' البتہ جان کیری کی آمد سے متحدہ مجلس عمل ایک اعلیٰ اور ارفع مقصد حاصل کر لے گی' یعنی وردی اتر جائے گی لیکن وردی اترنے کے بعد فاتح ایم ایم اے کے پاس کرنے کو کیا کام رہ جائے گا؟

تنظیمی خبریں و اطلاعات

1۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب 19 اکتوبر عمرہ پر تشریف لے گئے ہیں۔ انہوں نے اپنی غیر حاضری کے عرصہ کے لئے اظہر بختیار خلجی صاحب کو قائم مقام امیر تنظیم اسلامی مقرر کیا ہے۔

2۔ معتمد عمومی جناب غلام محمد صاحب جو گزشتہ ہفتہ سر میں چوٹ آ جانے کے باعث بے ہوش ہو گئے تھے۔ 19 اکتوبر کو انتقال فرما گئے' بانی تنظیم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ان کی نماز پڑھائی' نماز جنازہ میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب' مرکزی عاملہ' امیر حلقہ لاہور اور بڑی تعداد میں رفقا تنظیم نے شرکت کی۔

3۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے معتمد عمومی چوہدری غلام محمد کی جگہ ڈاکٹر عبدالخالق کو قائم مقام معتمد عمومی مقرر کیا ہے۔

4۔ تنظیم اسلامی سرگودھا شرقی کے امیر ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب نے اپنی ذاتی مصروفیت کے باعث مقامی تنظیم کی امارت سے معذرت کی تھی۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے ان کی جگہ عبدالسمیع صاحب کو امیر تنظیم اسلامی سرگودھا شرقی مقرر کیا ہے۔

5۔ امیر حلقہ سرحد شمالی کی سفارش پر امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے اُسرہ دیر اور اُسرہ تیمر گرہ کو مقامی تنظیم کا درجہ دے دیا ہے اور جناب لائق سید صاحب کو امیر تنظیم اسلامی دیر اور جناب شاکر اللہ صاحب کو امیر تنظیم اسلامی تیمر گرہ مقرر کیا ہے۔

6۔ امیر تنظیم اسلامی گجرات جناب احمد علی بٹ صاحب گزشتہ دنوں انتقال کر گئے تھے۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ان کی جگہ جناب محمد ناصر صاحب کو امیر تنظیم اسلامی گجرات مقرر کیا ہے۔

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع

7 تا 9 اکتوبر 2004 بمقام فردوسی فارم' سادھوکے

کی MP3 سی ڈی تیار کر لی گئی ہے

جس میں اجتماع کے دوران کی گئی تمام تقاریر بشمول

بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

اور امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب

ایک ہی سی ڈی میں آ گئی ہیں۔

قیمت فی: 40 روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ خدام القرآن

36 کے ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ فون: 03-5869501

www.tanzeem.org e-mail: maktaba@tanzeem.org

اقوام متحدہ اور پردے کے احکام

علامہ چودھری اصغر علی کوثر وڑائچ

بانئ تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ماہ ستمبر میں ایوانِ اقبال لاہور میں ''اسلام میں پردے کے احکام اور اقوام متحدہ کا سوشل انجینئرنگ کا پروگرام'' کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا تھا۔ ''نوائے وقت'' کے معروف کالم نگار جناب علامہ چودھری اصغر علی کوثر وڑائچ نے اس خطاب پر اپنے کالم میں تبصرہ کیا ہے۔ اسے قارئین ندائے خلافت کے استفادے کی خاطر پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

داعی تحریک خلافت پاکستان محقق، دانشور اور عالم دین ڈاکٹر اسرار احمد ایک ایسی شخصیت ہیں جو حصار اسلام کے تحفظ کے لئے ایک شمشیر بے نیام کی طرح میدان میں اتر جاتے ہیں۔ اسلام پر حملہ آور ہونے والے مغربی دانشوروں اور یہودی منصوبہ سازوں کے مہلک فکری اثرات کو زائل کر دینے کے لئے وہ کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔ ڈاکٹر صاحب نے حال ہی میں ایوان اقبال لاہور میں بھی ایک ایسی ہی محفل آراستہ کی۔ اس وقت لاہور میں ڈاکٹر اسرار احمد ہی ایک ایسے مقرر نظر آتے ہیں جن کی تقریر سے محظوظ ہونے کے لئے ایوان اقبال جیسے 13 سو نشستوں کے ہال میں بھی تل دھرنے کو جگہ باقی نہیں رہتی۔ 5 ستمبر 2004ء کو صبح دس بجے بھی ایسا ہی منظر دیدنی تھا۔ پردے کے موضوع پر ڈاکٹر صاحب کے لیکچر کی سماعت کے لئے مرد و زن کشاں کشاں تشریف آور ہوئے تھے حقیقت یہ ہے کہ اسلام دشمن طاقتوں کی ہر کاوش کے باوجود پوری دنیا میں مسلمان آج بھی پردہ پسند ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے شدت سے محسوس کیا کہ ''ایک جانب تو عالم مغرب کی کنیز'' یو این او عالم اسلام سے شرم و حیا' عصمت و عفت اور خاندانی نظام اچک لینا چاہتی ہے۔ ان عظیم اقدار کی بیخ کنی کر کے مسلمانوں کو عملاً یہودی پراپیگنڈے کے تابع کر دینا چاہتی ہے۔ تو دوسری جانب فیشن کے طور پر اسلام کے بارے میں زبان دراز رہنے والے مسلمان بھی یہودی پراپیگنڈے کے تابع کر دینا چاہتی ہے اور اخبارات اور ٹیلی ویژن چینلز کے ذریعے اسلام دشمن پراپیگنڈے کی عوام تک رسائی کا موجب بن رہے ہیں۔ جو ایک ایسی نادانی ہے جس پر گرفت اقدار اسلام کا تحفظ کرنے والوں کے لئے ناگزیر ہو جاتی ہے گزشتہ دنوں الیکٹرانک میڈیا پر کچھ دانشوروں نے ستر و حجاب کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کیا کہ ڈاکٹر اسرار احمد کے لئے ان کا احتساب کرنا اور ناظرین کے لئے حقیقی صورت حل کو واضح کر دینا ناگزیر ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہودی اس وقت دنیا میں لبرل ازم کو فروغ دے رہے ہیں جبکہ اسلام میں معاشرتی نظام کی بہتری کے لئے مضبوط خاندانی نظام اولین اہمیت رکھتا ہے۔ یورپ کو احیاء العلوم کی تحریک کے نتیجے میں سائنسی علوم پر دسترس حاصل ہوئی تو یوں یک چشمی تہذیب نے جنم لیا۔ انہوں نے آسمانی ہدایت سے منہ موڑا اور سیکولرازم یعنی اللہ پاک سے بغاوت کے نظام کو رائج کرنے کی ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ اس وقت یہودیوں کی تقویت کا باعث امریکہ ہے۔ جو فرنگ کی تو رگ جاں ہے مگر یہود کی گرفت میں ہے۔ وہ اسلام کے خاندانی نظام کی تباہی کے لئے خصوصی مشن کے تحت کام کر رہے ہیں۔ 1994ء کی ''قاہرہ کانفرنس'' 1995ء کی بیجنگ کانفرنس' اور 2000ء میں ''بیجنگ پلس فائیو کانفرنس'' اسی ایجنڈے کی کڑیاں تھیں۔ ان کانفرنسز میں یہ مطالبات کئے گئے کہ 1۔ پوری دنیا میں ہم جنس پرستی کو جائز قرار دیا جائے۔ 2۔ عورتوں کو حمل وضع حمل کی مزدوری دی جائے۔ 3۔ جسم فروشی کو باعزت پیشہ قرار دیا جائے اور ''جسم فروش'' کو جنسی مزدور کہا جائے۔ 4۔ میراث اور طلاق میں برابری کا حق دیا جائے۔ 5۔ عورتوں کو اپنے گھر میں کام کرنے کی بھی اجرت دی جائے' انہوں نے ان سفارشات کو سوشل انجینئرنگ' یعنی معاشرتی تعمیر نو کا نام دیا جبکہ مغرب کے اپنے معاشرے کا عالم یہ ہے کہ وہاں ''محرم رشتوں'' کے درمیان جنسی تعلق کی شرح بہت بڑھ چکی ہے۔ جو وہاں ذہنی امراض پیدا کرنے کا سبب بن رہی ہے۔ ادھر ایک امریکی تھنک ٹینک رینڈ کارپوریشن نے جو امریکی محکمہ دفاع اور سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو پالیسیاں وضع کرنے کے سلسلے میں مشورے دیتا ہے' مسلمانوں کے بارے میں اپنی سفارشات پیش کرتے ہوئے کہا کہ 1۔ وہ افراد جو اسلام کو مذہب نہیں ایک دین سمجھتے ہیں وہ دراصل بنیاد پسند ہیں لہٰذا وہ ہمارے یعنی مغرب اور یہودیت اور امریکی غیر مسلم قوت کے اولین دشمن ہیں اس لئے انہیں ہر قیمت پر ختم کر دینا ہوگا۔ 2۔ مسلمانوں کے روایت پسند علمائے کرام جو مساجد میں امامت و خطابت کے دینی فرائض ادا کر رہے ہیں وہ بھی بنیاد پسندوں کے ساتھ معاونت کر کے غیر اسلامی طاقتوں کے لئے خطرے کا باعث بن سکتے ہیں۔ اس لئے انہیں فرقہ وارانہ اختلافات میں الجھا کر رکھنا ہوگا۔ 3۔ اسلام کی تعبیر جدید کرنے والے تجدد پسند اور خیمۂ حدود و قیود اسلام کی طنابوں کو ڈھیلا کر دینے کے خواہاں علمائے عہد حاضرہ کو پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا تک بھرپور رسائی دی جائے۔ 4۔ رہے سیکولرسٹ حضرات تو وہ پہلے ہی ہمارے ہم خیال اور ہم نوا ہیں۔ لہٰذا بنیاد پسند اور دین اسلام کا ہر قیمت پر تحفظ کرنے کے لئے میدان میں اترے ہوئے علماء کرام کو بہر قیمت ختم کرنا ہوگا اور اس مقصد کے لئے دیگر حربوں کے ساتھ تجدد پسند اور لادینیت کا فروغ کرنے والوں کی اس طرح حوصلہ افزائی کی جائے مگر کچھ بھی کیا جائے علمائے حق دین اسلام کے تحفظ اور اس کے قصر دستور حیات کو جو قرآن و سنت کی مستحکم قوت سے استوار ہے' غیر اسلامی طوفان سے محفوظ رکھنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔ (مرسلہ: وسیم احمد)

آیئے! وقت کو قیمتی بنایئے خود سیکھیے اور سکھایئے

گلی گلی کوچہ کوچہ دعوت دین پہنچایئے

خیرالناس من ینفع الناس بن کر اعلائے کلمۃ اللہ میں جت جایئے

سہ روزہ' ہفت روزہ پروگراموں میں وقت دے کر اپنے فکر کے استحکام' حرکی تربیت حاصل کریں' داعی الی اللہ بنیں اور دیگر تنظیمی و انتظامی اُمور میں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لئے قبول فرمائے۔ آمین!

رفقاء و احباب دفتر حلقہ/مرکز سے رابطہ کریں۔ آپ کے جواب کے منتظر

منجانب: شعبہ دعوت و تفریغ اوقات' تنظیم اسلامی

سن ستاون کی جنگ آزادی کے اثرات

سید قاسم محمود

''تاریخ تحریکاتِ احیائے اسلام'' کا قسط وار سلسلہ ''ندائے خلافت'' کا ایک مقبول سلسلۂ مضامین رہا ہے' لیکن بعض انتظامی وجوہ سے' جن میں پرچے کی کم ضخامت بھی شامل ہے' یہ سلسلہ ٹوٹ ٹوٹ کر چلا۔ پچھلے سال 2003ء میں تو ہر ہفتے باقاعدگی سے مضمون لکھا جاتا رہا اور اس سلسلے کے تحت 46 مضامین شائع بھی ہوئے۔ 2004ء میں البتہ وہ پہلی سی باقاعدگی نہ رہی' اور جنوری سے اب تک صرف 16 مضامین شائع ہوئے ہیں۔ آخری قسط (نمبر 62) شمارہ بابت 7 جولائی میں چھپی تھی' اور اُس کا عنوان تھا ''انگریزی حکومت کے شکوک وشبہات''۔ موجودہ قسط میں اُن اثرات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جو جنگ آزادی کی ناکامی اور شکست سے اسلامیانِ برعظیم کی نفسیات' اور معاشرتی ومعاشی زندگی پر وارد ہوئے۔ کوشش کی جائے گی کہ آئندہ اس سلسلے کے تحت مضامین کی اشاعت باقاعدگی سے ہوتی رہے۔ (س۔ق۔م)

❁ 1857ء کی جنگ آزادی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اس کی حیثیت محض ایک بغاوت کی نہ تھی کہ جسے فرو کر دیا گیا اور معاملہ ختم ہوا۔ بقول مولانا غلام رسول مہر ''یہ ایک عوامی اور ہمہ گیر تحریک تھی اور اس میں نہ صرف فوج نے بلکہ عوام کے تمام طبقوں نے سرگرمی سے حصہ لیا تھا''۔ 1860ء تک جنگ چھوٹے بڑے شہروں کی گلیوں اور کوچوں میں ختم ہو چکی تھی' لیکن اس نے ہندوستان کے کروڑوں عوام' بالخصوص مسلمانوں کی اجتماعی زندگی پر گہرے اثرات قائم کیے۔

جنگ کا پہلا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ مسلمانوں نے اس جنگ میں بہت سرگرمی دکھائی اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا' حتیٰ کہ جنوبی ہند میں جہاں وہ بہت کم تعداد میں ہیں' 1857ء اور 1859ء کے درمیان انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کی بہت سی سازشیں پکڑی گئیں۔ انگریز سپاہیوں کے بیانات اس قسم سے بھرے پڑے ہیں کہ ''اگر ہندوؤں کا گاؤں ہوتا تو ہم اُس میں جانے سے نہ ڈرتے تھے' لیکن مسلمانوں کے دیہات میں جانے سے ہمیں خوف آتا تھا۔ ہندو انگریزوں سے ہمدردی کے جذبات کا اظہار کرتے تھے لیکن مسلمان اپنے خونین اور انتقامی جذبات کو نہیں چھپاتے تھے''۔

جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں اور ہندوؤں نے بڑی تعداد میں حصہ لیا۔ یہ صرف ہندوؤں کی یا صرف مسلمانوں کی بغاوت نہ تھی بلکہ مشترکہ جنگ تھی' لیکن یہ حقیقت ہے کہ مسلمان چند تاریخی اور نظریاتی وجوہ کی بنا پر ہندوؤں کی نسبت انگریزوں کے سخت اور شدید مخالف تھے۔ ان میں بہت سے ایسے تھے جو شاہ ولی اللہ کے فلسفے اور سید احمد شہید کی جہادی تحریک کے زیر اثر تھے اور انگریزی حکومت کے تحت ہندوستان کو ''دارالحرب'' سمجھتے تھے۔ اُن کے نزدیک بیرونی حکمرانوں کے خلاف جہاد ایک قومی ضرورت ہی نہیں بلکہ ایک مذہبی فریضہ تھا۔ اسی وجہ سے حکومت برطانیہ نرم مزاج ہندوؤں کی نسبت تند مزاج مسلمانوں سے زیادہ ڈرتی تھی۔ اسی لئے مسلمانوں کو بہت بری طرح ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ مسلمانوں کے بہت سے سربرآوردہ رہنماؤں مثلاً جھجر' بلب گڑھ' فرخ نگر اور فرخ آباد کے نوابوں کو پھانسی دے دی گئی یا جلاوطن کر دیا گیا۔ 18 نومبر 1857ء کو دہلی میں فجر کے وقت چوبیس شہزادوں کو پھانسی دی گئی۔ بادشاہ کے دو بہنوئی تھے' دو داماد تھے اور باقی بھانجے اور بھتیجے تھے۔ مسلمانوں کا ایک ایک گھرانہ خاص طور پر ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ مثلاً جنرل نیل کی میجر رینا ڈ کو یہ ہدایت تھی: ''فتح پور میں جس جس شخص نے بغاوت کی ہے' اس کو کچل دیا جائے۔ پٹھانوں کے مکانوں کو مکینوں سمیت تباہ کر دیا جائے''۔

مسلمانوں کی جائیدادیں بڑے پیمانے پر ضبط کی گئیں۔ دہلی پر دوبارہ قبضے کے چند ماہ بعد ہی ہندوؤں کو تو واپس آنے کی اجازت دے دی گئی' لیکن مسلمانوں کو اس قسم کی اجازت نہیں دی گئی۔ دہلی ڈویژن میں ہر مسلمان پر' اس کی جائیداد کے چوتھائی حصے کی قیمت کے برابر جرمانہ کیا گیا۔ اس کے مقابلے میں باغی ہندوؤں پر جو جرمانہ عائد کیا گیا' وہ دس فیصد تھا۔

انگریزوں کے غصے اور انتقام کا ہدف خاص طور پر مسلمان تھے۔ کیپٹن رابرٹ نے لکھا: ''ان بدمعاش مسلمانوں کو مزا چکھا دو۔ ان کو بتا دو کہ خدا کے فضل سے انگریز ہمیشہ ہندوستان کے مالک رہیں گے''۔

مسلمانوں کے مصائب بے پناہ تھے۔ بے خطا اور خطا وار دونوں ہی انگریزوں کے انتقامی جذبے کا شکار ہوئے حتیٰ کہ سرسید جیسے پکے وفادار کے اہل خاندان کو بھی مصیبتوں اور موت کی شکل میں بہت بڑی قربانی ادا کرنی پڑی۔ اس زمانے کے مسلمانوں کے خوف وہراس کا صحیح اندازہ کرنا ہو تو غالب کے خطوط کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

مسلمانوں نے ہر مرحلے اور ہر قدم پر انگریزوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ انہیں شکست ہوئی' لیکن انہوں نے شکست کو تسلیم نہیں کیا اور بہت عرصے تک صلح اور مفاہمت پر آمادہ نہ ہوئے اور مختلف شکلوں میں اس جدوجہد کو جاری رکھا۔ انہوں نے انگریزی تعلیم کو رد کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرکاری ملازمتوں اور مختلف پیشوں میں وہ اپنے ہم وطن ہندوؤں سے پیچھے رہ گئے۔ ہندو مغربی خیالات کو تیزی سے اپنا رہے تھے۔ مفاہمانہ طرزِ عمل سے اپنے آپ کو نئے حالات اور نئے تقاضوں کے مطابق ڈھال رہے تھے' لیکن مسلمان ان سب چیزوں سے الگ تھلگ' اپنے عقائد و روایات میں مگن تھے۔

مسلمانوں کی تحریک احیائے علوم جو ''دلی کالج'' کی شکل میں اُبھر رہی تھی' جنگ آزادی کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ ''کلکتہ ریویو'' (شمارہ جنوری تا جون 1858ء) کے مدیر نے اپنی رپورٹ میں لکھا: ''پانچ سال ہوئے' میں دہلی گیا تھا۔ وہاں مسلم پریس کی زبردست سرگرمیوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا''۔ لیکن دہلی کی غارت گری اور تباہی سے ان علمی سرگرمیوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا اور اسلامی تہذیب کا گلشن مرجھا کر رہ گیا۔

اس کے برعکس شہر کلکتہ' جو ہندوؤں کی تحریک احیائے علوم کا مرکز تھا' جنگ آزادی کی تمام مصیبتوں سے محفوظ رہا' اور ہندوؤں کی یہ تحریک کمزور ہونے کی بجائے

زیادہ طاقتور ہوگئی۔ اس طرح دونوں قوموں کے درمیان جو پہلے ہی جداگانہ تشخص رکھتی تھیں' اختلاف کی خلیج وسیع ہوتی رہی' جس کی بناء پر ہندوستان اور اس کی آبادی کو حقیقی وحدت کی شکل میں استوار کرنا مشکل ہوگیا۔

جنگ آزادی کے ساتھ ساتھ ایسٹ انڈیا کمپنی بھی ختم ہوگئی۔ برطانیہ میں کمپنی کے خلاف اعتراضات کی بھرمار ہونے لگی اور یہ مطالبہ شدت پکڑ گیا کہ کمپنی سے ہندوستان کی حکومت چھین لی جائے۔ 1853ء کے چارٹر میں یہ کہا گیا تھا کہ حکومت ہند تاج برطانیہ کی طرف سے بطور امانت کمپنی کے پاس رہے گی۔ اب نئے مطالبات کے تحت حکومت کو مجبور کیا گیا کہ وہ اس امانت کو کمپنی سے واپس لے لے۔ لارڈ پامرسٹن نے پارلیمنٹ میں اس مقصد کے لئے ایک بل پیش کیا جو کمپنی کی شدید مخالفت کے باوجود پاس ہو گیا۔ اس کی رو سے ہندوستان کی حکومت ملکہ وکٹوریہ نے خود سنبھال لی اور کام چلانے کے لئے وائسرائے مقرر کیا جانے لگا۔ حکومت ہند کا نظم ونسق چلانے کے لئے ایک الگ وزیر سیکرٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا (وزیر ہند) مقرر کیا گیا۔ اس کی مدد کے لئے پندرہ آدمیوں کی ایک ''انڈیا کونسل'' مقرر کی گئی۔ وزیر ہند اور انڈیا کونسل ہندوستان کے تمام امور ومعاملات پر کنٹرول کے ذمہ دار تھے۔ انہیں تنخواہ بھی ہندوستان ہی کے خزانے سے ملتی تھی۔ ملکہ وکٹوریہ نے ''قیصرۂ ہند'' کا لقب اختیار کرلیا۔

جنگ آزادی کے بعد حکومت برطانیہ کے اعصاب پر یہ خیال طاری ہوگیا کہ ایسے زبردست اقدامات کئے جائیں کہ ہندوستان میں ''غدر'' جیسے واقعات دوبارہ پیدا نہ ہوں۔ اس مقصد کے تحت فوج کو ازسرنو منظم کیا گیا۔ آرمی کمیشن نے 1879ء کی رپورٹ میں لکھا: ''غدر نے ہمیں جو سبق سکھائے ہیں' اُن سے دو اصول اخذ کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ہندوستان میں برطانوی فوجیں بہت بڑی تعداد میں تعینات کی جائیں دوسرے یہ کہ توپ خانہ صرف ہماری فوج کے ہاتھ میں رہے اور ہندوستانیوں کو اس کے قریب بھی پھٹکنے نہ دیا جائے۔

ہندوستان میں برطانوی راج کی مضبوطی' استحکام اور حفاظت کے لئے صرف فوج کی تنظیم نو کافی نہ تھی۔ حکومت کی بنیادوں کو مضبوط بنانا ضروری تھا۔ حکومت کی بنیادیں تھیں وہ راجے مہاراجے' جاگیردار اور زمیندار' جنہوں نے دوران جنگ انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔ ملکہ وکٹوریہ نے اپنے اعلان 1858ء میں صاف لفظوں میں اعلان کیا تھا کہ ہندوستان میں حکومت کی ''بنیادوں'' کو مضبوط کیا جائے گا۔ بنیادوں کو مضبوط کرنے کا مقصد ہندوستان کے معاشرے میں سیاسی اور سماجی رجعت پسندانہ عناصر کی مدد ہی سے پورا ہوسکتا تھا۔

جنگ آزادی کا پانسہ انگریزوں کے حق میں بدلنے میں راجوں نے بہت شاندار خدمات سرانجام دی تھیں۔ وائسرائے لارڈ کیننگ نے انہیں ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا تھا: ''یہ لوگ اُس زبردست طوفان کو روکنے والے ہیں جس کی صرف ایک لہر ہم کو بہا کرلے گئی ہوتی''۔ اب ان وفادار راجوں اور جاگیرداروں کو اپنی حفاظت کے لئے ایک فصیل اور ڈھال کے طور پر برقرار رکھنا' حکومت برطانیہ کی خاص پالیسی رہی۔ صرف راجوں مہاراجوں پر ہی نہیں' بلکہ زمینداروں پر حکومت کی خاص نظر عنایت تھی۔ حکومت ہند نے وزیر ہند کو 1859ء میں لکھا: ''ہندوستان میں زمینداروں' نوابوں اور امرا کی حکومت جہاں کہیں بھی ہے' وہ ہمارے لئے بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اُن کی وفاداری حاصل کرنے کے لئے ہم ہر چیز قربان کرسکتے ہیں''۔ چنانچہ اس پالیسی کے تحت اودھ کے دوتہائی تعلقہ دار' جن کی برائی لارڈ کیننگ نے ان الفاظ میں کی تھی: ''یہ لوگ نہ تو خاندانی لحاظ سے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں' نہ اپنے کسی اچھے کام کی وجہ سے''۔ اب ''صوبہ کے سماجی آئین کے ضروری حصے'' قرار دے کر دوبارہ آباد کئے گئے' حالانکہ جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف حصہ لینے کے باعث انہیں دربدر کردیا گیا تھا۔ اب اُن کی جائیدادیں اور زمینیں واپس کردی گئیں اور 1856ء میں مغلیہ دربار سے پانے والے القابات وخطابات سے زیادہ ان کو نوازا گیا۔ انہیں صرف ازسرنو آباد ہی نہیں کیا گیا' بلکہ ان کی زمینداری اور جاگیرداری میں وسعت پیدا کی گئی۔ ان کو خوش اور خوش حال رکھنے کے لئے کسانوں اور کاشت کاروں کے حقوق سلب کئے گئے۔ خاص طور پر پنجاب کے وفادار زمینداروں کو مزید زمینیں عطا کی گئیں۔ صرف ایک ڈویژن میں 46 ہزار مزارعین جو سرکاری کاغذات میں ''قابض مزارع'' کی حیثیت سے درج تھے انہیں بیک جنبش قلم بےدخل کردیا گیا۔ سی پی میں مال گزاری کا ایسا طریقہ رائج کیا گیا جس سے زمینداروں کو فائدہ اور کسانوں کو نقصان ہوا۔

جنگ آزادی کی وجہ سے ہندوستانی عوام کی وفاداری قابل اعتماد نہ رہی تھی اس لئے حکومت برطانیہ نے افسر شاہی (بیوروکریسی) کے ذریعے حکومت کرنے کا منصوبہ بنایا۔ افسروں کو وسیع بلکہ آمرانہ اختیارات دیئے گئے۔ ان کی سماجی حیثیت اتنی بلند کی گئی کہ عوام اُن سے دور اور خائف رہنے لگے۔ افسر شاہی طبقے کو اُبھار کر باغی عناصر کی رہی سہی قوت کو کچل دیا گیا۔ افسر شاہی ملک میں سیاست دانوں سے بھی زیادہ بااثر طاقت بن گئی۔ جو حصول آزادی تک عوام کی زندگی پر مسلط رہی (بلکہ آزادی کے بعد اس کا اثر اور عمل دخل بھی زیادہ ہوگیا)

انگریزوں کا خیال تھا کہ جنگ آزادی کا اصل سبب یہ تھا کہ مسلمان انگریزوں کو نکال کر اپنی کھوئی ہوئی حکومت واپس لینا چاہتے تھے اور چونکہ بہادر شاہ ظفر کو اس تحریک کا سربراہ بنا دیا گیا تھا' اس لئے انگریزوں کے اس شبے کو تقویت پہنچی اور انگریزی حکومت جو شروع دن سے مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھتی تھی' مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے کچل دینے پر تل گئی۔ شاہی خاندان کے افراد قتل کردیئے گئے۔ شہزادوں کو پھانسی دی گئی۔ مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں سے الگ کردیا گیا۔ فتح دہلی کے وقت وفادار مسلمانوں کے گھر میں خاص نشان لگا کر باقی سب مسلمانوں کا خون مباح قرار دیا گیا اور اُن کا مال لوٹ لینا جائز قرار دیا گیا۔ چنانچہ بقول مولانا مہر: ''سکھ فوجی اور انگریز سپاہی شکاری کتوں کی طرح مسلمانوں پر پل پڑے۔ ممتاز اور سربرآوردہ مسلمانوں کو مویشیوں کی طرح ہانک کر کھلے میدان میں لے جایا گیا۔ جہاں انہیں گولی سے اڑادیا گیا اور مسلمانوں کی سیاسی ومعاشی طاقت کو مکمل طور پر ختم کرنے کے لئے سرکاری پالیسی بنائی گئی''۔

برعظیم کی ہندو آبادی صدیوں سے اطاعت کی عادی چلی آتی تھی' اس لئے زوال آمادہ مسلمانوں کی بجائے برسراقتدار انگریزوں کی اطاعت میں کوئی حرج نہ تھا۔ چنانچہ جنگ آزادی کے ختم ہوتے ہی انہوں نے من حیث القوم انگریزوں کی اطاعت قبول کرلی۔ انگریزوں نے بھی مسلمانوں کے مقابلے میں انہیں اوپر اٹھانے کی کوشش کی اور سرکاری پالیسی کے طور پر مسلمانوں کو کچلنے اور ہندوؤں کو ابھارنے کا منصوبہ بنایا۔ انگریزوں کی یہ پالیسی ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی اختلافات میں شدت کرنے میں موثر ثابت ہوئی۔ مسلمانوں کو محسوس ہونے لگا کہ ان کے حقوق ومفادات نظرانداز کئے جاتے ہیں اور اُن پر ہندو اکثریت مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں کا یہ احساس پختہ ہوتا گیا۔ انگریزوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں کے اس احساس کو ختم کرنے کی بجائے مزید ابھارنے کی پالیسی اختیار کی' جس کے نتیجے میں جداگانہ تشخص کا احساس بالآخر قیام پاکستان پر منتج ہوا۔ (جاری ہے)

ضرورت رشتہ

25 سالہ' تعلیم بی ایس سی' صوم وصلوٰۃ کی پابند دوشیزہ کے لئے دینی مزاج رکھنے والے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: سہیل خورشید' امیر تنظیم اسلامی' سکھر
فون: (071)22773-25343

☆☆☆

شیخ صدیقی فیملی مقیم لاہور کو اپنی بیٹی MCS فائنل ایئر کی طالبہ کیلئے دینی مزاج رکھنے والے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
والدین رجوع کریں: 0300-8466645

دس رمضان المبارک

یوم باب الاسلام

فضل اللہ مہیسر

رمضان المبارک امت مسلمہ کے لئے بالعموم رحمت و برکت کا باعث ہوتا ہے۔ خصوصی طور پر یہ ماہ مبارک اہل سندھ و پاکستان کے لئے تو یہ ماہ بابرکت اور آزادی کا سبب بنا ہے۔ **10** رمضان المبارک کو سندھ ''باب الاسلام'' کے لازوال اور بے مثال لقب سے ملقب ہوا جبکہ **27** رمضان المبارک کو ایک نظریہ یعنی لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر دنیائے اسلام کے نقشے پر پاکستان ابھرا۔ **10** رمضان المبارک کو سندھ کے مظلوم انسانوں کو انصاف عدل و مساوات کا نظام میسر ہوا۔ جب کہ اسلام کی آمد سے قبل یہاں پر ظلم و ستم اور جبر و زیادتی کا بازار گرم تھا۔ یہ دین اسلام کی فطرت ہے کہ جہاں بھی ظلم و زیادتی اور ناانصافی ہو اور سوسائٹی میں طبقاتی نظام برپا ہو وہاں بلاتفریق مظلوموں کی دادرسی اور انصاف کی فراہمی کو یقینی بناتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ غازئ سندھ عمادالدین محمد بن قاسم ثقفیؒ نے اسلام کی بیٹی کی آزادی کے لئے اور اس کی صدا پر خلیفۃ المسلمین کے حکم پر لبیک کہا اور سندھ پہنچے۔

کفر اور اسلام کا یہ معرکہ **10** رمضان المبارک **93**ھ بمطابق **20** جون **712**ء جمعرات کے دن لڑا گیا۔ دس رمضان المبارک کی صبح راجہ داہر بہت ناز و نخرے سے جنگ کے میدان میں آیا۔ وہ لشکر کے بیچ میں تھا۔ ایک روایت کے مطابق اس کے چاروں طرف دس ہزار خود سے لیس فوجی جوان تھے جو کہ اس کے محافظ تھے۔ اس کے علاوہ فوج کے آگے جنگی ہاتھی بھی تھے جن کے پیچھے تیس ہزار ہتھیاروں سے لیس پیادہ فوج بھی موجود تھی۔ لشکر کے بیچ میں داہر ہاتھی پر سوار تھا۔

راجہ داہر کی فوج آنے سے قبل غازی محمد بن قاسمؒ نے بھی اپنی فوج کو آگے میدان کی طرف حرکت کا حکم دیا۔ اس دوران دائیں طرف حنظلہ کلابی اور بائیں طرف ذکوان بن علوان بکری کو مقرر کیا گیا۔ اور ابو صابر ہمدانی کو ہاتھ میں جھنڈا دے کر دشمن کے ہاتھیوں کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ مخارب بن کعب داسی کو فوج کے قلب کے سامنے کھڑا کیا۔ سب سے اول مقدمۃ الجیش حرکت میں آیا۔ محمد بن عبدالرحمٰن ثقفی خزیم بن اروہ مدنی دوسری طرف سے داہر کے سامنے ہوئے۔ اس کے علاوہ محمد بن قاسم نے نو سو تیراندازوں کو اپنے زہر آلود تیروں کو کمان میں ڈالنے کا حکم دیا۔ بعد نماز صبح پورا لشکر پانچ صفوں میں ترتیب دیا گیا۔ ایک صف قبیلہ عالیہ کے افراد کی تھی' دوسری صف تمیم قبیلہ کے جوانوں کی تھی' تیسری صف میں بکر بن وائل کے جودھے تھے' چوتھی صف میں عبدالقیس قبیلہ کے جنگجو تھے اور پانچویں صف میں ازدی قبیلے کے جانفروش تھے۔ غازی محمد بن قاسم نے لشکر کو ترتیب دینے کے بعد یہ تقریر فرمائی: ''اے مجاہدو! کفار کی فوج نے جنگ کرنے کے لئے ہماری طرف رخ کیا ہے تم ہمت کرو کیونکہ وہ تو اپنے اہل و عیال' مال' گھروں اور زمینوں اور سامان کی خاطر جنگ کریں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان پر حملہ آور ہوں۔ اور الٰہی طاقت اور اس پر توکل کرتے ہوئے ان تمام کو اپنی تلواروں کا لقمہ بنائیں۔ ان شاء اللہ ہم ان کو ذلیل اور خوار کریں گے۔ اور ان کا مال حاصل کر کے کافی غنیمتیں حاصل کریں گے۔ تم لوگوں کو استقامت سے کھڑا ہونا چاہئے۔ پریشان نہ ہوں خاموشی کو اپنا زیور بنائیں اور اپنی جگہوں پر مضبوطی سے جمے رہیں اور اپنی حفاظت کرتے رہیں۔ کوئی بھی آدمی قلب سے میمنہ اور میمنہ سے میسرہ کی طرف بڑھ کر کسی کی بھی مدد کو نہ جائے۔ ہر ایک اپنی جگہ اور مرکز پر مضبوط کھڑا رہے۔ کیونکہ بہترین انجام پرہیزگاروں کا ہے۔ ہمیشہ قرآن حکیم کا ورد زبان پر جاری رکھیں۔ اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتے رہیں''۔

محمد بن قاسم کی اس تقریر نے فوج میں ایک نیا جوش و جذبہ پیدا کیا اور ان کے حوصلے بلند ہوئے اور عزائم پختہ ہوئے۔ اسلامی جنگجوؤں نے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے لگائے اور جنگ کے لئے آگے بڑھے۔

غازی محمد بن قاسم عین جنگ کے وقت بھی اپنے ساتھیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''مسلمانو! اپنے گناہوں کے لئے اللہ غفور سے معافی طلب کرو اور استغفار زیادہ کرو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو دو نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک ہے حضور ﷺ پر درود بھیجنا اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرنا۔ اگر آپ نے اپنے قلوب مضبوط رکھے تو اللہ تعالیٰ تم کو ضرور دشمن پر فتح دے گا''۔

اب غازی محمد بن قاسمؒ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور حملہ کرنے کا حکم فرمایا۔ راجہ داہر کی فوج بھی اپنی جگہ پر جمی رہی۔ شدید لڑائی کا آغاز ہوا۔ تلواروں کی چمکاٹ شروع ہوئی اور فضا میں جنگ کی آگ راجہ داہر کی فوج بہت بہادری سے لڑ رہی تھی لیکن مسلمانوں نے جہاد کے عظیم جذبہ سے سرشار ہو کر ان کا مقابلہ کرتے ہوئے ان کی صفوں کو چیر دیا۔ اس دوران اچانک داہر نے اپنا ہاتھی اسلامی فوج کی طرف بڑھایا۔ غازی محمد بن قاسم نے ماہرین منجنیق کو حکم صادر فرمایا کہ وہ اپنی منجنیقیں حرکت میں لائیں۔ دوسری طرف مسلمان تیراندازوں نے بھی آگ کے تیر راجہ داہر کی طرف پھینکنے شروع کر دیئے۔ ایک تیرانداز نے نشانہ لے کر ایسا لگایا جو عین راجہ کو لگا۔ داہر کے قتل ہونے کے بعد مسلمان اروڑ کے قلعہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔

اسلامی افواج جب قلعے میں داخل ہوئیں تو محمد بن قاسمؒ نے راجہ داہر کی نعش کو تلاش کرنے کا حکم دیا کہ یہ کہاں ہے۔ اس طرح ہر طرف داہر کی تلاش شروع ہو گئی۔ اس ضمن میں ایک برہمن غازی محمد بن قاسم کی دربار میں حاضر ہوا اور ہاتھ جوڑ کر اور کھڑے ہو کر کہا کہ ''اے انصاف پسند حاکم اگر مجھے اور میرے اعزہ و اقارب کو امان دی جائے تو میں بتا سکتا ہوں کہ راجہ داہر کا انجام کیا ہوا۔ محمد بن قاسم نے عین اسلامی اصولوں کے مطابق اس کو امان دی۔ برہمن نے چند مسلمان مجاہدین کے ساتھ لیا اور اس جھیل پر لے گیا جہاں اس نے راجہ داہر کی نعش چھپائی ہوئی تھی۔ داہر کا سر محمد بن قاسم کے سامنے لایا گیا۔ وہاں پر جتنے لوگ موجود تھے ان سے پوچھا گیا آپ سے کوئی ہے جو اس کی تصدیق کرے۔ بعد میں محمد بن قاسم نے کہا کہ اس کی وہ باندھیاں لائی جائیں جو اس کے ساتھ تھیں۔ دونوں کو فوراً پیش کیا گیا جنہوں نے تصدیق کی۔ تصدیق ہو جانے کے بعد اس اسلام کے عظیم سپوت نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دو رکعت نفل نماز پڑھی۔ صبح کو راجہ داہر کا سر صارم بن ابی صارم ہمدانی کے ہاتھوں عراق کی جانب حجاج بن یوسف کے دربار میں بھیجا۔ تاریخ معصومی کی روایت ہے کہ اسلام لشکر کے جنگجو اور قلعہ کے اندر حلقے بنا کر ذکر و اذکار' صلوٰت اور تسبیح میں پوری رات مشغول رہے۔ اسی طرح سندھ کو ''باب الاسلام'' بن گیا۔

''شاہراہ مکہ'' کا ایک باب

محاذِ جنگ پر

تحریر: علامہ محمد اسد' ترجمہ: محمد الحسنی ندوی

علامہ محمد اسد دراصل ایک نومسلم تھے۔ انہوں نے 1900ء میں لیوپولڈ ویس (Leopold Weiss) کے نام سے آسٹریا کے ایک یہودی ربی خاندان کے چشم و چراغ کی حیثیت سے آنکھ کھولی۔ اپنی نوعمری اور نوجوانی ہی کے زمانہ سے ایک روحانی بے چینی اور بے اطمینانی محسوس کرتے تھے یو یورپ کی ملحدانہ اور مفسدانہ تہذیب کا ثمرہ تھی۔ جوانی میں انہوں نے صحافت کا پیشہ اختیار کیا اور جرمنی کے مختلف اخبارات کے نمائندے کی حیثیت سے برسوں مشرقِ وسطیٰ کے ممالک میں قیام کر کے اسلام' مسلمانوں' اور ان کی تہذیب کا نہایت قریب سے مشاہدہ کیا جس کے نتیجہ میں ان کی بے چین روح مغربی زندگی کے طوفان سے گزر کر قلبی اور روحانی سکون کے ساحل تک پہنچنے اور 1926ء میں ایمان سے بہرہ ور ہونے میں کامیاب ہوگئی۔ ان کا مغربی علوم اور اسلام کا وسیع مطالعہ تھا۔ ان کی دو کتابیں بہت مشہور ہوئیں Islam at the Crossroads اور Road to Mecca۔ انہوں نے قرآن مجید اور صحیح بخاری کا بہت معیاری انگریزی ترجمہ کیا۔ تقسیم ہند سے قبل وہ شملہ سے انگریزی زبان میں Arafat کے نام سے رسالہ شائع کرتے تھے۔ علامہ اقبال کے بہت قریب رہے۔ نیز کچھ عرصہ مولانا مودودی کے ساتھ دارالسلام (پٹھان کوٹ) میں بھی گزارا۔ قیام پاکستان کے بعد حکومت کے زیر سرپرستی ایک نئے محکمہ (اسلامی تعمیر نو) اور بعد از اں اقوام متحدہ میں پاکستانی نمائندہ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں ـــــ پھر وہ مراکش چلے گئے اور وہیں پر قیام پذیر ہوگئے۔

بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں شمالی افریقہ میں سنوسی تحریک کے مجاہدین اطالوی فوجوں سے گوریلا جنگ میں مصروف تھے۔ علامہ اسد کی 1930ء میں مدینہ منورہ میں اس تحریک کے عظیم رہنما سیدی احمد الزوی سنوسی سے ملاقات ہوئی جہاں شمالی افریقہ کے جنگی حالات پر تبادلۂ خیال اور غور و خوض کے بعد سیدی احمد نے علامہ اسد کو ڈیوٹی تفویض کی کہ وہ عین محاذ جنگ پر جا کر عظیم مجاہد عمر مختار اور ان کے ساتھیوں سے مل کر حالات سے پوری طرح آگاہی حاصل کر کے ان کی ضروریات معلوم کریں تاکہ امداد روانہ کی جا سکے۔

علامہ اسد کی کتاب شاہراہ (Road to Mecca) جس میں انہوں نے مشرق و مغرب کی ذہنی و ثقافتی زندگی کا موازنہ کر کے اپنے قبول اسلام کی داستان انتہائی دلچسپ اور دلنشیں انداز میں لکھی ہے۔ اسی کا ایک باب ''محاذ جنگ پر'' ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ جو نہایت دلچسپ ہی نہیں روح پرور بھی ہے اور جو اللہ کی راہ میں مال اور جسم و جان کے ساتھ جدوجہد پر ابھارتا ہے۔ نیز جس سے مصنف کی بلند ہمتی' جفاکشی اور قوتِ ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ جناب محمد الحسنی ندوی نے ''طوفان سے ساحل تک'' کیا ہے۔ جس کا یہ باب ہم ''مجلس نشریاتِ اسلام'' کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ آخر میں یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ صورت حال وہی ہے' کردار بدل جاتے ہیں۔ 1930ء ہو یا 2004ء۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل تا امروز چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

یہ مضمون قسط وار شائع ہوگا۔ امید ہے کہ دلچسپی سے پڑھا جائے گا تو لیجئے اس کی پہلی قسط ملاحظہ فرمائیں۔

(قاضی عبدالقادر)

مسجد نبوی سے نکلتے وقت مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی شخص میرے ہاتھ کو چھو رہا ہے میں پیچھے مڑا تو وہ سیدی محمد الزوی السنوسی تھے۔

ان طویل مہینوں کی جدائی کے بعد اس وقت آپ کو دیکھ کر کتنی مسرت ہو رہی ہے' اللہ تعالیٰ مدینۃ النبیؐ میں آپ کی اس آمد اور رہ نوردی کو قبول فرمائے۔ ہم دونوں ہاتھوں میں ہاتھ دیئے خراماں خراماں اس سڑک پر چل رہے تھے جو مسجد خاص سے بازار تک جاتی تھی۔ سیدی محمد جو اپنی شمالی افریقہ کی خاص سفید ''برنس'' میں ملبوس تھے (یہ ایک ایسا جامہ ہے جس میں ٹوپی سلی ہوتی ہے)۔ مدینہ میں اچھی طرح معروف تھے' وہ دس سال سے یہاں مقیم تھے' راستہ میں بہت سے لوگوں نے روک کر بہت احترام کے ساتھ ان کو سلام کیا' اس لئے نہیں کہ وہ ستر سال کے ایک بزرگ تھے' بلکہ اس لئے کہ وہ لیبیا کے ممتاز قائدین اور مجاہدین آزادی میں سے تھے۔

میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سید احمد اس وقت مدینہ ہی میں تشریف فرما ہیں' ان کی صحت اچھی نہیں ہے' وہ آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے' آپ کا یہاں کب تک قیام کا ارادہ ہے؟

پرسوں تک' لیکن ظاہر ہے کہ سید احمد سے شرفِ ملاقات حاصل کئے بغیر میں کسی طرح بھی نہیں جا سکتا' چلئے اسی وقت ان کے پاس چلیں!

پورے جزیرۂ عرب میں کسی سے مجھے اتنی محبت اور اتنا تعلق خاطر نہ تھا جتنا سید احمد سے تھا' اس لئے کہ اس زمانہ میں کسی شخص نے اپنی ذات سے بالکل بے پرواہ ہو کر اور ہر مقصد سے علیحدہ ہو کر محض اعلیٰ اصولوں اور قدروں کی خاطر اتنی قربانی نہیں دی جتنی کہ انہوں نے۔ اپنی ساری زندگی بحیثیت انہوں نے ایک عالم اور بحیثیت ایک مجاہد کے اسلامی معاشرہ کی روحانی نشاۃ ثانیہ نیز سیاسی آزادی کے لئے وقف کر رکھی تھی' اس لئے کہ ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ایک کے بغیر دوسرے کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

آج بھی مجھے سید احمد سے پہلی ملاقات یاد ہے جو چند سال پیشتر مکہ میں ہوئی تھی' مکہ معظمہ کے شمال میں جبل ابوقبیس واقع ہے جس کے ساتھ بہت سے قدیم اور روایات وابستہ ہیں' اس کی بلند چوٹی پر ایک دو میناروں والی چھوٹی سی سفید مسجد ہے' وادئ مکہ سے اس کا منظر بہت دلکش معلوم ہوتا ہے۔

جبل ابوقبیس کی چوٹی کے کسی قدر نشیب میں سنوسیوں کا مرکز تھا جہاں یہ سن رسیدہ شخص مقیم تھے۔ 30 سال کی جنگ اور بحر اسود اور یمن کے پہاڑوں کے درمیان اپنی زندگی کے ستر سال گزارنے کے بعد وہ جلاوطن کر دیئے گئے تھے اور ان کے وطن برقہ کے دروازے ان کے لئے بند تھے۔ ان کا نام عالم اسلام کے طول و عرض میں مشہور تھا' السید احمد الشریف' سنوسیوں کے رہنما۔ کسی نام نے شمالی افریقہ کے غیر ملکی غاصبین کی نیندیں اتنی حرام نہ کی ہوں گی جتنی اس نام نے۔ یہاں تک کہ 19 ویں صدی میں عبدالقادر الجزائری یا عبدالکریم الریفی بھی جو فرانس کے حلق کا کانٹا بنے ہوئے تھے۔ یہ دونوں نام جتنے بھی اہم اور مسلمانوں کے نزدیک محترم ہوں لیکن ان کا صرف ایک سیاسی پہلو تھا۔ اس کے برخلاف سید احمد اور ان کا طریقہ اس کے ساتھ ساتھ کئی سال تک ایک زبردست روحانی طاقت کا بھی حامل رہا۔ 1927ء میں میرے دوست حاجی آغوس سالم نے (جو اس وقت جاوا میں انڈونیشیا کی تحریک آزادی کے رہنما تھے) ان سے میرا تعارف کرایا تھا جب ان کو معلوم

ہوا کہ میں نومسلم ہوں تو انہوں نے بڑی شفقت سے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

مرحبا' میرے نوجوان بھائی مرحبا۔

کرب والم کے آثار اس سن رسیدہ مجاہد کے چہرہ پر عیاں تھے جو دین اور آزادی دونوں کے لئے برسرپیکار تھا' ان کا چہرہ تھکا ہوا تھا اور پپوٹے بھاری اور جھکے ہوئے تھے' ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اونگھ رہے ہوں' ان کی آواز نرم تھی' لیکن غم والم میں ڈوبی ہوئی' کبھی کبھی جب ان کو جوش آ جاتا تو ان کی آنکھوں میں گرمی اور چمک پیدا ہو جاتی اور آواز بھاری ہونے لگتی۔ ان کی سفید براق ''برنس'' کے اندر سے ان کا شانہ باہر نکلا ہوا تھا جیسے وہ شکرہ کا بازو ہو اور چونکہ وہ اس پیغام ودعوت کے حامل اور وارث تھے جو اگر کامیاب ہو جاتی تو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا باعث بن سکتی تھی اس لئے شمالی افریقہ کے اس ہیرو میں وہ شعلہ برابر فروزاں تھا' علالت' ضعف پیری اور ناکامیاں بھی اس کو نہ بجھا سکی تھیں۔

ان کو مایوس ہونا بھی نہ چاہئے تھا اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ اسلام کی دینی اور سیاسی بیداری اور ترقی کی امنگ (جس کے لئے سنوسی تحریک کوشاں تھی اور جہاد کر رہی تھی) مسلمان قوموں میں کبھی ختم نہیں کی جا سکتی۔

میں نے پوچھا'' اب مجاہدین کس حال میں ہیں سیدی محمد! ایک سال ہو رہا ہے مجھے برقہ کی کوئی خبر نہیں مل سکی''۔

سیدی محمد الزوی کا کتابی چہرہ جس پر سفید داڑھی تھی تکلیف کے احساس سے اچانک متغیر ہو گیا۔۔۔۔ خبریں بہت بری ہیں میری بیٹے' جنگ ختم ہوئے کئی ماہ ہو چکے ہیں' مجاہدین کی کمر ٹوٹ چکی ہے اور انہوں نے اپنی آخری گولی بھی ختم کر دی ہے' اب صرف اللہ کی رحمت ونصرت ہماری مجبور اور بے بس قوم کو ان ظالموں کے انتقام سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔

۔۔۔ اور سید ادریس!

سیدی محمدی نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا' ''سید ادریس مصر میں ہیں' وہ کیا کر سکتے ہیں' وہ منتظر ہیں لیکن کس چیز کے' وہ بہت نیک آدمی ہیں اللہ ان کی زندگی میں برکت عطا کرے' لیکن ان میں جنگ کرنے کی صلاحیت نہیں' وہ اپنی کتابوں کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں' تلوار ان کے ہاتھ میں نہیں ٹھہرتی۔

اور ہاں عمر مختار' ظاہر ہے ہتھیار انہوں نے کسی حالت میں نہ ڈالے ہوں گے' کیا وہ مصر چلے گئے' سیدی محمد چلتے چلتے اچانک رک گئے اور حیرت کے ساتھ مجھے دیکھنے لگے۔

کیا آپ کو کچھ خبر نہیں ہے؟؟

۔۔۔ میں نے کوئی خبر نہیں سنی!

انہوں نے ملائمت سے کہا میرے بیٹے سیدی عمر کا ایک سال ہوئے انتقال ہو چکا ہے' اللہ ان پر رحم فرمائے۔

عمر المختار۔۔۔۔ مر چکے ہیں؟ برقہ کا وہ شیر' وہ مرد مجاہد جو اپنی عمر کے 70 ویں سال بھی زندگی کے آخری سانس تک آزادی کے لئے مرتا رہا' آج مر چکا ہے' آج دس سال ہوتے ہیں ان کی قوم اطالویوں کے ساتھ جو جدید اسلحہ' ہوائی جہاز اور توپوں سے مسلح تھے' ایک یاس آمیز جنگ میں مشغول تھی' جبکہ عمر المختار اور ان کے فاقہ مست ساتھیوں کے پاس بندوقوں اور چند گھوڑوں کے سوا کچھ نہ تھا جس کے ساتھ وہ گوریلا جنگ لڑ رہے تھے' اس ملک میں جو ایک بہت بڑے قید خانے میں تبدیل ہو گیا تھا۔

آج سے ڈیڑھ سال قبل یعنی برقہ سے واپسی سے پیشتر میں یہ سمجھ گیا تھا کہ ان کا اور ان کے ساتھیوں کا یہی انجام ہونے والا تھا' کتنی بار میں نے ان کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے باقی ماندہ مجاہدین کو ساتھ لے کر مصر روانہ ہو جائیں' تاکہ اپنی قوم کی خدمت کے لئے کچھ دن اور زندہ رہیں' لیکن ہر بار انہوں نے خاموشی کے ساتھ مجھے مطمئن کرنے کی کوشش سے باز رکھا' ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ موت اور صرف موت ان کے انتظار میں ہے اور آخر کار سو معرکوں کے بعد موت نے ان کو آ دبوچا۔

۔۔۔ لیکن یہ تو بتائیے کہ کس معرکہ میں یہ واقعہ پیش آیا؟

محمد الزوی نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور جب ہم تنگ بازار سے مناخہ کے کھلے ہوئے تاریک میدان میں آ گئے تو انہوں نے مجھے جواب دیا۔

۔۔۔ وہ کسی معرکہ میں قتل نہیں ہوئے بلکہ زخمی ہو گئے اور زندہ قیدی بنا لئے گئے' پھر ان کو اطالویوں نے قتل کر دیا' عادی مجرموں کی طرح ان کو پھانسی دے دی گئی۔

میں بول پڑا' انہوں نے یہ کیا کیسے؟ خود (Graziani) بھی شاید اتنی سفاکی نہیں کر سکتا تھا۔

ایک پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ انہوں نے جواب دیا۔ (Graziani) نے ہی ان کو پھانسی دلوائی۔

سیدی عمر اپنے چند آدمیوں کے ساتھ اس حصہ میں گھس گئے جو اطالویوں کے قبضہ میں تھا' وہ سیدی الرافعی صاحب رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا چاہتے تھے' کسی طریقہ سے اطالویوں کو اس بات کی خبر لگ گئی اور انہوں نے دونوں طرف سے وادی کا محاصرہ کر لیا۔ اب ان کے سامنے فرار کی بھی کوئی صورت نہ تھی۔ سیدی عمر اور مجاہدین اپنا دفاع کرتے رہے' یہاں تک کہ میدان میں صرف تین آدمی رہ گئے' ایک خود سیدی عمر اور دو آدمی اور آخر میں ان کا گھوڑا بندوق کی گولی سے زخمی ہو کر ہلاک اور ان کا پیر اس کے نیچے دب گیا' وہ کھڑے بھی نہیں ہو سکے' لیکن بوڑھے شیر نے اپنی بندوق سے گولی چلانا برابر جاری رکھا' یہاں تک کہ دشمن کی ایک گولی ان کے ہاتھ میں پیوست ہو گئی' اب انہوں نے دوسرے ہاتھ سے گولی چلانا شروع کر دی' یہاں تک کہ ان کے سارے کارتوس ختم ہو گئے اس وقت اطالویون نے ان کو گرفتار کر لیا اور بیڑیاں پہنا کر سلوق تک لائے' اس کے بعد ان کو جنرل (Graziani) کے پاس لایا گیا' اس نے ان سے پوچھا۔

''تمہاری کیا رائے ہے اگر اطالوی حکومت اپنے مراحم خسروانہ سے تم کو زندہ رہنے کی اجازت دے دے' کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ اپنی زندگی کے بقیہ دن خاموشی اور سکون کے ساتھ گزار دو گے؟ سیدی عمر نے جواب دیا'' میں اس وقت تک تم سے اور تمہاری قوم سے جنگ کرتا رہوں گا جب تک تم ہمارے وطن سے نکل نہ جاؤ گے یا ہماری روح ہمارے جسم سے علیحدہ نہ ہو جائے گی' میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میرے دونوں ہاتھ اس وقت بندھے نہ ہوتے تو میں ان نہتے ہاتھوں سے بھی لڑنے میں دریغ نہ کرتا' میں بوڑھا اور کمزور شخص''۔

جنرل یہ سن کر ہنسا اور حکم دیا کہ سلوق کے بازار میں برسرعام ان کو پھانسی دے دی جائے' چنانچہ یہی ہوا اطالویوں نے ہزاروں مسلمان مرد اور عورتوں کو جو بارکوں میں قید تھے' بجبر وقہر یہ منظر دیکھنے کے لئے جمع کیا اور ان کی نگاہوں کے سامنے ان کے قائد اور رہنما کو پھانسی دے دی گئی۔ (جاری ہے)

چوہدری غلام محمد کی رحلت

معتمد عمومی تنظیم اسلامی پاکستان' چوہدری غلام محمد صاحب ایک ہفتہ کی مسلسل بے ہوشی کے بعد مورخہ 19 اکتوبر کو انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم چوہدری صاحب بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے اولین ساتھیوں میں سے اور تنظیم اسلامی کے تاسیسی رکن تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی لغزشوں سے درگزر فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ درجے عطا فرمائے اور لواحقین کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ وہمت بخشے۔ آمین!

چوہدری غلام محمد صاحب کے بڑے صاحبزادے محبوب احمد صاحب کا رابطہ نمبر 0333-4308301 ہے

نظام خلافت اور قرآن وسنت بطور آئین

خورشید انجم

ادارہ ندائے خلافت مبارک باد کا مستحق ہے جس نے ایک اہم دینی موضوع پر اظہار خیال کی دعوت دی اور اس ضمن میں چودھری رحمت علی کے مضمون سے اس کی ابتداء کی۔ خلافت اور نظام خلافت کی اصطلاح کا جو غلغلہ اس وقت پاکستان میں ہے اور اس کے لئے جو لوگ سعی و جہد کر رہے ہیں ان میں چودھری رحمت علی صاحب کے علاوہ داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد، حزب التحریر اور المہاجرون کی وجہ سے سرزمین پاک میں خلافت کے نام کا چرچا ہوا۔

بہرحال اس وضاحت کے ساتھ کہ راقم الحروف اس معاملے میں ہرگز ''عبور'' کا مدعی نہیں کچھ گزارشات پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہے۔

خلافت کیا ہے؟

خلافت ایک عام فہم اصلاح ہے جس سے پورا ایک نقشہ اور خاکہ انسان کے سامنے آجاتا ہے کہ اس سے اسلام کا سیاسی اور حکومتی نظام مراد ہے اور اسی لئے ہمیں اسلامی ریاست اور اسلام کے سیاسی نظام کے لئے قرآن وسنت کی اصل اصطلاح یعنی خلافت استعمال کرنی چاہئے اس لئے کہ اس سے تھیا کریس، ملوکیت، آمریت اور جمہوریت کی قطعاً نفی ہوجاتی ہے اور ویسے بھی یہ لفظ خلافت راشدہ کے سنہری دور کا عنوان رہا ہے اور ہماری تاریخ میں تسلسل کے ساتھ بھی یہ لفظ خلافت راشدہ کے سنہری دور کا عنوان رہا ہے اور ہماری تاریخ میں تسلسل کے ساتھ موجود رہا ہے، جیسے خلافت بنواُمیہ، خلافت بنوعباس، خلافت عثمانیہ۔ البتہ جب 1924ء میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا تب یہ لفظ ہمارے ذہنوں سے اوجھل ہونا شروع ہوا۔

خلافت قرآن وسنت کی اصطلاح ہے، قرآن حکیم میں سورۃ النور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح کا حق ادا کریں گے ان سے اللہ کا پختہ وعدہ ہے کہ وہ زمین میں ان کو لازماً غلبہ عطا کرے گا۔ انہیں خلافت سے نوازے گا اور خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے کہ اس روئے ارضی پر کوئی گھر ایسا نہ رہے گا خواہ وہ اینٹ گارے کا ہو یا اون اور کمبل کا مگر اس میں اسلام داخل ہوکر رہے گا۔ عزت والوں کی عزت کے ساتھ اور ذلت والوں کی ذلت کے ساتھ۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت، خلافت علیٰ منہاج النبوہ، کاٹ کھانے والی ملوکیت، جابرانہ بادشاہت کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج النبوہ کی پیشین گوئی فرمائی تو قرآن وحدیث کے حوالوں سے یہ بات بخوبی واضح اور مبرہن ہوگئی کہ اسلام کا غلبہ ہوکر رہے گا اور جس کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوگئے ہیں۔

جہاں تک زیرِ بحث مضمون کے حصہ دوم یا مطالبہ دوم کا تعلق ہے اس میں نظام خلافت کو روح عصر کے تقاضوں کے مطابق قائم ونافذ کرنے کی نفی ہے، جس سے ایک مثالی اسلامی فلاحی ریاست وجود میں آجائے۔

> **دستوری سطح پر یہ طے کردیا جائے کہ کسی بھی سطح پر کوئی بھی قانون سازی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے خلاف نہیں کی جائے گی۔**

اس سلسلے میں پہلا خلط مبحث دور خلافت راشدہ کی ہو بہو تطبیق ہے۔ اس سلسلے میں اساسی اور بنیادی بات یہ ہے کہ دورِ خلافت راشدہ کے بعض خصائص اور امتیازات ایسے ہیں جو خلافت راشدہ میں تو جزو لاینفک کے طور پر پیوست تھے لیکن اب دنیا میں دوبارہ وجود میں نہیں آسکتے۔ مثلاً اولین اور اہم ترین یہ کہ دور خلافت راشدہ دورِ نبوت کا ضمیمہ تھا۔ دوسری خصوصیت یہ کہ دور خلافت راشدہ میں ہمیں اشخاص و افراد کے درمیان درجہ بندی نظر آتی ہے چنانچہ چوٹی پر خلفاء راشدین پھر عشرہ مبشرہ، پھر اصحاب بدر پھر اصحاب بیعت رضوان وعلی ذل۔ انہی خصائص کی بناء پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''تم پر لازم ہے میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کا اور تمدنی اعتبار سے اس وقت کا معاشرہ خالص قبائلی معاشرہ تھا اور اسی وجہ سے اس دور کا نظام مشاورت میں بھی قبیلے کے سربراہ سے رائے طلب کرلی جاتی تھی۔

دوسرا خلط مبحث یہ ہے کہ عمرانیات کے میدان میں مغرب نے جو ترقی کی ہے اس کی پیوندکاری ہے چنانچہ اس صورت حال کا علاج اس کی بالکلیہ نفی اور بحیثیت مجموعی رد کردینے میں نہیں بلکہ جدید سائنسی ایجادات کے استعمال کی طرح عمرانیات میں بھی ''الحکمة ضالة المومن وهو احق بها حيث وَجَدَهَا'' اور ''خذما صفاد ع ماكدر'' کے مصداق صحیح کو قبول کرنے اور غلط کو رد کرنے میں مضمر ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ جن اعلیٰ اقدار تک انسان نے اپنے اس طویل تمدنی ارتقاء کے ذریعے رسائی حاصل کی ہے وہ سب علامہ اقبال کے قول کے مطابق نور مصطفیٰ ﷺ ہی سے مستعار ہیں گویا وہ بھی ہماری ہی میراث ہے۔

اب نظام خلافت کے سیاسی ودستوری ڈھانچے کے لئے کسی بھی آئین کے اندر اگر تین چیزیں شامل کرلی جائیں تو عہد حاضر کے بہترین نظام خلافت کا دستور اساسی وجود میں آجائے گا۔

1- اللہ تعالیٰ کی حاکمیت

پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ ہے، کیونکہ خلافت حاکمیت کی ضد ہے اور اسلام میں صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ انسانوں کے لئے حاکمیت نہیں خلافت ہے۔ انسانوں کی حاکمیت خواہ شخصی ہو یا اجتماعی، قرآن کی رو سے شرک ہے، جمہوریت کا اصول حاکمیت جمہور ہے، یہ بھی انفرادی حاکمیت کی طرح شرک ہے۔

2- کتاب وسنت کے خلاف قانون سازی کی ممانعت

دوسری شرط یہ کہ دستوری سطح پر یہ طے کردیا جائے کہ کسی بھی سطح پر کوئی بھی قانون سازی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے خلاف نہیں کی جائے گی۔ جیسے سورہ الحجرات کی آیت نمبر 1 میں فرمایا ''اے اہل ایمان اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو'' چنانچہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اہل ایمان آزاد ہیں کہ وہ ''امر هم شوری بينهم '' کے اصول پر خود فیصلے کرسکتے ہیں لیکن ان حدود سے باہر نہیں نکل سکتے۔

3- مخلوط قومیت کی نفی

تیسری چیز یہ کہ اسلامی ریاست میں کامل شہریت صرف مسلمانوں کو حاصل ہوتی ہے۔ غیر مسلموں کی حیثیت محفوظ اقلیت کی ہوتی ہے۔ چنانچہ جہاں تک جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت، عقیدے اور عبادت کی آزادی اور مقدس مقامات کی حفاظت، پرسنل لاء کا تعلق ہے ان میں تو مسلمانوں کے بالکل برابر حقوق حاصل ہوں گے اسی طرح تجارت و صنعت و حرفت کے علاوہ مختلف ملازمتوں میں مسلمانوں کی طرح دروازے کھلے ہوں گے لیکن دو اُمور میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔

ایک عام انتظامی اُمور سے قطع نظر بلند ترین سطح کی قانون سازی جس میں کسی چیز کی حلت و حرمت اور حدود کا معاملہ ہو اس لئے کہ انکا منبع قرآن و سنت ہیں جنہیں غیر مسلم تسلیم نہیں کرتے۔

دوسرے ریاست کی اعلیٰ ترین سطح کی پالیسی سازی کیونکہ اس کی ترجیح اللہ کے دین کا ساری دنیا میں بول بالا ہے جس کی کسی غیر مسلم سے توقع نہیں کی جاسکتی۔

بہرحال عہد حاضر میں ایک مثالی اسلامی فلاحی ریاست کا بہترین دستوری اور آئینی ڈھانچہ اس طرح وجود میں آسکتا ہے کہ انسان نے گزشتہ دواڑھائی سوسالوں کے دوران جمہوری ریاست کے دستوری اور آئینی ارتقاء کے جو ثمرات حاصل کئے ہیں اور جن اداروں کی تشکیل کی ہے ان میں سے بہترین کو اختیار کر کے صرف مذکورہ بالا تین چیزیں شامل کردی جائیں اور آخری بات کہ اگر نظام خلافت قائم ہوگا تو پاکستان ایک جدید فلاحی ریاست بن کر علامہ اقبال اور قائداعظم کے خوابوں کی تعبیر بن کر پورے عالم انسانیت کے لئے ایک منارہ نور کا کام دے گا اور یہی اس کی وجہ بنا بھی تھی اور وجہ بقاء بھی ہے۔

❁ ❁ ❁

بقیہ: منبر ومحراب

ان چیزوں کو اپنی اجتماعی زندگی میں شامل کیا ہوا ہے تو وہ ترقی یافتہ ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ شاید بے حیائی اختیار کرنے یا سود کھانے سے آگے بڑھ گئے ہیں جبکہ درحقیقت انہوں نے ان بنیادوں پر قومی زندگی میں ترقی کی ہے۔ وہ اپنی ذمہ داری پوری طرح ادا کر کے پھر اس کا معاوضہ لیتے ہیں — جبکہ ہم نے مسلمان ہوتے ہوئے بھی یہی چیزیں چھوڑی ہوئی ہیں۔ ہمیں اس رخ پر سوچنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان چیزوں کو اختیار کرنے کی توفیق دیں۔ آمین! (مرتب: محمد خلیق)

موسیقی سے پیار، جہنم کا بیوپار

سجاد سرور

شیطان نے دنیا پرستوں کو وقت گزاری (Time Pass) اور تفریح کے نام پر بہت بڑی بے حیائی کے اندر پھنسا دیا ہے۔ جس سے ان کا چھٹکارا فی الحال ناممکن نظر آتا ہے بلکہ وہ تو اس سے نکلنے کی بجائے خود اس کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ایک وقت تھا جب گانا گانے والوں کو لوگ میراثی' بھانڈ' کنجر اس طرح کے برے القابات سے پکارتے تھے۔ میلے ٹھیلے پر جانے والوں کو بری نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ لیکن جیسے جیسے دور آگے بڑھا۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں ٹیکنالوجی کے ذریعے ترقی ہوئی تو اس شعبہ سے متعلق لوگوں نے بھی اسے استعمال کیا اور وہی میراثی لوگ بھیس بدل کر لوگوں کے سامنے فنکار (Artist) بن کر آ گئے تو لوگوں کے آئیڈیل قرار پائے۔ ان کی عزت لوگوں کی نگاہوں میں اتنی ہوگئی کہ ان کی تصاویر اپنے بیڈ رومز میں سجائی جانے لگیں۔ ان کے گانوں کے آڈیو ویڈیو کیسٹس اور سی ڈیز سے لوگوں کی الماریاں بھر گئیں۔ اب یہی فنکار ہماری ثقافت کے نمائندے قرار پائے۔ بیرون ملک ثقافتی طائفے ان کی قیادت میں روانہ ہونے لگے۔ ان کی نقالی ہماری تہذیب بن گئی۔ نوجوانوں (boys & girls) کے لئے ان کا لباس' ان کا ہیئر سٹائل' بولنے کا انداز اپنانا باعث فخر ٹھہرا۔ ان سے آٹو گراف لینا فیشن بن گیا۔ ان کے انٹرویوز اور فوٹو سیشن سے ہمارے اخبارات کی مشہوری میں اضافہ ہوا۔ اور انہوں نے لوگوں کو یہاں تک بے وقوف بنا لیا کہ اب کوئی سہارا ٹرسٹ بنا کر بے حیائی کو سہارا دے رہا ہے تو کوئی تعلیم فار آل کی آڑ لے کر بے حیائی کی تعلیم (شناخت) بچوں کے ذہنوں میں پیوست کر رہا ہے۔ ایک نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا جس کا انٹرویو ایک مقبول اخبا (جس کی مقبولیت فنکاری کی مرہون منت ہے) کے ہفتہ وار میگزین میں کچھ عرصہ قبل شائع ہوا۔ موصوف کا کہنا ہے کہ میں نے تین سال قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا لیکن مجھے گانے کی حرمت کہیں نہیں ملی ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' اور اس نے کہا کہ ہمارا ایک ساتھی گانا چھوڑ کر تبلیغ میں لگ گیا میں نے اسے اپنی تحقیق سے مطلع کیا اور اسے دوبارہ گانے پر لگا دیا''۔ وہ تو اللہ نے اس بے چارے پر رحم کیا' اس نے دوبارہ گانے سے توبہ کرلی اور سنا ہے وہ دوبارہ تبلیغی جماعت سے وابستہ ہو گئے ہیں۔

موصوف کے بارے میں اندازہ ہے یقیناً ان کے ڈانڈے منکرین حدیث سے ملتے ہیں۔ یہ سب کچھ کہاں ہو رہا ہے؟ مملکت اسلامیہ پاکستان میں جو اس لئے قائم ہوا تھا کہ یہاں اللہ کے دین کو نافذ کیا جائے گا جسے حاصل کرنے کے لئے ہم نے کتنی قربانیاں دیں ان دنوں نوائے وقت میں پاکستان میں حصہ لینے والوں کی داستان ان کی زبانی چھپ رہی ہے۔ پڑھ کر دیکھیں کیسے کیسے مظالم برداشت کئے تھے لوگوں نے' لاکھوں شہید ہوئے' کتنے ہی اپنے پیاروں سے بچھڑ گئے۔ پھر جا کر یہ سرزمین نصیب ہوئی لیکن ہم نے اس کے ساتھ کیا کیا' یہاں آج شیطان راج کر رہا ہے اور ہم اس کے ایجنٹوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ آج ہمارا کوئی ہوٹل' ریسٹورنٹ' کیفے' بیکری' سویٹ شاپ' پان شاپ' فروٹ شاپ' ڈیپارٹمنٹل سٹور' میڈیکل سٹور' کریانے کی دکان' غرض کوئی دکان یا شوروم کیبل ٹی وی سے خالی نہیں ہے۔ سب نے اسی کو تفریح بنایا ہوا ہے۔ بس میں کسی شریف آدمی کا سفر کرنا محال ہے۔ VCR ٹائم ان کا (Slogen) بن چکا ہے ہر چھوٹی بڑی بس' ویگن میں ٹیپ ریکارڈ لازمی چل رہا ہوتا ہے۔ یہیں پر بس نہیں ہے وہ لوگ بھی کہ جن کے ہاں دینی لٹریچر پڑھا جاتا ہے ہفتہ وار رسالے کا مطالعہ کرتے ہیں لیکن ان کی دکان بھی اس بیماری سے محفوظ نہیں ہے گانا سننا ان کے ہاں بھی تفریح اور ٹائم پاس کے زمرے میں آتا ہے۔ خدارا ہوش کے ناخن لیجئے یہ آگ ہے جہنم کی آگ' اس سے پیار یقیناً جہنم کا بیوپار ہے۔ جو انجام کار کے اعتبار سے بہت گھاٹے کی تجارت ہے۔ مومن کی جان مال تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔ آیئے وہ تجارت کریں جس کا نفع بنک آف اللہ ان لمیٹڈ میں جمع ہوتا ہے۔

sajjad alhuda@yahoo.com

❁❁ ضرورت رشتہ ❁❁

30 سالہ' ایم ایس سی کیمسٹری' امور خانہ داری کی ماہر لڑکی' مقیم کراچی کے لئے دینی مزاج رکھنے والے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: سید فرقان حسین 0300-2609378

دورۂ ترجمۃ القرآن کے پروگرام

راولپنڈی/اسلام آباد — نمازِ تراویح کے ساتھ مکمل دورۂ ترجمۃ القرآن — رابطہ: 051-4434438

مقام	وقت	مترجم
مرکزی جامع مسجد گلزار قائد، ائرپورٹ روڈ، راولپنڈی، فون: 5955368	نمازِ عشاء 7:15 بجے	جناب خالد محمود عباسی
223 مارگلہ روڈ، F-10/3، اسلام آباد، فون: 2105671	نمازِ عشاء 7:15 بجے	انجینئر محمد علی
مسجد الہدیٰ، گلی نمبر 24-A، نزد شبلی کالج، پیپلز کالونی، ٹینچ بھاٹہ، راولپنڈی، فون: 5513522، 0333-5127663	نمازِ عشاء 7:15 بجے	جناب ملک قمر نواز
مدرسہ مسجد قبا، ماڈل ٹاؤن ہمک، اسلام آباد، فون: 4490082	نمازِ عشاء 7:15 بجے	جناب نوید احمد عباسی
رہائش آفتاب احمد عباسی، عبداللہ ٹاؤن، نزد بھیرہ پل بھارہ کہو، اسلام آباد، فون: 2232794	بعد از تراویح 8:30 بجے	بذریعہ ویڈیو/ جناب ڈاکٹر اسرار احمد
رہائش گاہ عابد رشید، ٹھنڈا پانی	بعد از تراویح 8:30 بجے	بذریعہ ویڈیو/ جناب ڈاکٹر اسرار احمد
فلیٹ نمبر 17/2، کیٹیگری III، I-8/1، اسلام آباد	بعد از تراویح 8:30 بجے	بذریعہ ویڈیو/ جناب ڈاکٹر اسرار احمد
D-19، NIH کالونی، اسلام آباد	بعد از تراویح 8:30 بجے	بذریعہ ویڈیو/ جناب ڈاکٹر اسرار احمد
فلیٹ نمبر 9، بلاک نمبر 2B، گلی نمبر 5، I-8/1، اسلام آباد فون: 4434550	بعد از تراویح 8:30 بجے	بذریعہ ویڈیو/ جناب ڈاکٹر اسرار احمد

برائے خواتین

مرکزی جامع مسجد گلزار قائد، ائرپورٹ روڈ، راولپنڈی	دن 10:00 سے 11:30 بجے	برائے خواتین/مسز ریاض حسین

گوجر خان، پنڈی گھیب، واہ کینٹ

العابد مسجد، وارڈ نمبر 7، حیات سر روڈ، گوجر خان	نمازِ عشاء 7:15 بجے	جناب مشتاق حسین
مسجد جیواں مین صرافہ بازار، پنڈی گھیب، فون: 350240/352151	نمازِ عشاء 7:15 بجے	جناب عبدالرحمٰن نوید
رہائش گاہ شفاء اللہ، 49 CD گلشن کالونی، واہ کینٹ	بعد از تراویح 8:30 بجے	جناب شفاء اللہ

فیصل آباد — نمازِ تراویح کے ساتھ مکمل دورۂ ترجمۃ القرآن — رابطہ: 041-624290

مقام	وقت	مترجم
قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد	نماز عشاء 8.00 بجے	ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب
ساندل بار ہوٹل۔ ستیانہ روڈ، فیصل آباد	صبح 10 بجے تا 12:30	ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب
مسجد العزیز، پیپلز کالونی فیصل آباد	بعد نماز عشاء 8.00 بجے	کفیل احمد ہاشمی صاحب

سرگودھا، جوہر آباد، میانوالی — خلاصہ مضامین

مسجد جامع القرآن، سرگودھا	بعد نماز تراویح 8:30 بجے	ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب
جوہر آباد	بعد نماز تراویح 8:30 بجے	بذریعہ ویڈیو/ ڈاکٹر اسرار احمد
میانوالی	بعد نماز تراویح 8:30 بجے	بشیر احمد صاحب

بانیٔ تنظیم کا دورۂ ساہیوال

یکم اکتوبر 2004ء کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ ساہیوال کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل کا اہتمام فرمایا۔ جب تنظیم اسلامی اسرہ ساہیوال کے نقیب جناب عبداللہ سلیم کی دعوت پر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب خطاب جمعہ کے لئے جامعہ رحیمیہ تشریف لائے۔

طے شدہ شیڈول کے مطابق محترم ڈاکٹر صاحب ٹھیک آٹھ بجے عبداللہ سلیم کے ہاں پہنچ گئے۔ ناشتے کے دوران ہی کچھ معززین شہر ملاقات کے لئے تشریف لے آئے' جن میں جامعہ رحیمیہ کے بانی ڈاکٹر سرفراز احمد اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ساہیوال کے معروف ڈاکٹر جناب خاور سعید صاحب اور ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر ساہیوال جناب احمد علی رزم صاحب شامل تھے۔

ناشتے اور کچھ دیر آرام کے بعد محترم ڈاکٹر صاحب تیار ہو کر تقریباً سوا بارہ بجے جامعہ رحیمیہ پہنچ گئے۔ ٹھیک ساڑھے بارہ بجے ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب کا آغاز کیا' جو پونے دو بجے تک جاری رہا۔ خطاب کے آغاز پر ہی مسجد کا ہال کھچا کھچ بھر گیا تھا اور برآمدے اور صحن میں بھی لوگ موجود تھے۔ خطاب کے اختتام تک حاضری تقریباً تین چار ہزار کے درمیان تھی۔ ڈاکٹر صاحب کے خطاب کا موضوع تھا ''توحید عملی اور حضور ﷺ کی سنت سے بڑی سنت''۔ حاضرین نے خطاب کو بہت پسند کیا اور حد درجہ تائید و تحسین کی۔

یوسف ٹیئری کے چیئرمین جناب محمد یونس صاحب کی رہائش گاہ پر نقیب اسرہ عبداللہ سلیم صاحب عرصہ پانچ سال سے مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب کا درس دے رہے ہیں۔ وہاں اس نصاب کی اختتامی تقریب کا پروگرام بعد از نماز مغرب طے تھا۔ جس کے لئے محترم ڈاکٹر صاحب مغرب کی نماز سے چند منٹ پہلے ان کی رہائش گاہ پر تشریف لے آئے۔ نماز مغرب وہیں باجماعت ادا کی گئی۔ نماز مغرب کے تقریباً 15 منٹ بعد پروگرام کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن مجید اور نعت رسول مقبول ﷺ کے بعد جناب عبداللہ سلیم نے چند منٹوں میں تنظیم اسلامی ساہیوال کے تحت ہونے والے دروس قرآن اور دینی و تنظیمی سرگرمیوں پر مشتمل ایک مختصر رپورٹ پیش کی۔ پھر بغیر کسی تاخیر کے مائیک کا رخ بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی طرف موڑ دیا گیا۔

500 افراد پر مشتمل اس اجتماع سے بانیٔ تنظیم نے سوا گھنٹے پوری طاقت اور گھن گرج سے خطاب کیا اور خوب کیا۔

کسی نے کہا آتش ابھی جوان ہے' کسی نے کہا ایسے ہی کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب بوڑھے ہو گئے ہیں' کسی نے کہا ابھی اس شخص کی زبان اور دماغ کا کچھ نہیں بگڑا۔ الغرض صاحب موصوف جو پکار اور للکار اس ملک میں تقریباً نصف صدی سے لگا رہے ہیں وہ ایک نئے اور اچھوتے انداز سے پھر زبان پر جاری تھی۔

ٹھیک سوا آٹھ بجے یہ پروگرام حاضرین کے دلوں پر انمٹ نقوش چھوڑتے ہوئے اپنے اختتام کو پہنچا۔

نماز عشاء وہیں باجماعت ادا کی گئی۔ اس کے بعد جناب عبداللہ سلیم صاحب کے ہاں عارف والا سے آئے ہوئے ایک وفد نے کھانے پر ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی۔ اس کے بعد رات ڈاکٹر صاحب اپنے اگلے دن کے گوجرخان کے پروگرام کی وجہ سے عازم لاہور ہوئے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم میں سے ہر کسی کی دین کی مساعی کو قبولیت عطا فرمائے اور ہمیں اپنے دین متین کی خدمت کے لئے چن لے۔ (محمد حارث)

سہ روزہ تبلیغی دورہ ٹنڈو الہ یار

بروز جمعہ 24 ستمبر کی صبح ساڑھے چھ بجے 27 رکنی وفد سہ روزہ تبلیغی دورہ پر کراچی سے ٹنڈو الہ یار کے لئے روانہ ہوا۔ میر کارواں جناب نسیم الدین صاحب' امیر حلقہ سندھ زیریں تھے' جبکہ مرکزی ناظم دعوت رحمت اللہ بٹر صاحب اور نائب ناظم دعوت جناب اشرف وصی صاحب اس دورہ میں شرکت کے لئے خصوصی طور پر لاہور سے تشریف لائے تھے۔ ان کے علاوہ اکابرین میں سے جناب انجینئر نوید احمد صاحب' ناظم حلقہ سندھ زیریں اور جناب اشفاق حسین صاحب' امیر تنظیم اسلامی کراچی وسطی شامل تھے۔

یہ قافلہ دارالعلوم اسلامیہ اشرف آباد ٹنڈو الہ یار میں مقیم ہوا۔ خالد محمود سومرو صاحب کے تعاون سے یہ انتظام کیا گیا۔ قبل از جمعہ اشرف وصی صاحب نے ضرورت و مقصد قیام تنظیم اسلامی پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں شہر کی چار مساجد میں خطابات جمعہ دیئے گئے۔ یہ ذمہ داری جناب رحمت اللہ بٹر' جناب اشرف وصی' انجینئر نوید احمد اور جناب اشفاق حسین صاحبان نے سنبھالی۔ ان مساجد میں مکتبے بھی لگائے گئے۔

اس دورے کے معمولات میں بعد نماز تہجد و فجر درس قرآن صبح 8 بجے سے دوپہر 12:30 بجے تک' رفقاء و احباب کے لئے تربیتی نشست' بعد نماز عصر علاقے میں عوامی رابطہ برائے دعوت و ترغیب' بعد نماز مغرب دعوتی خطاب شامل تھے۔ یہ سلسلہ اس دورہ کے دوران شہر کے چار مقامات پر جاری رہا۔ ان مواقع پر قرآن مجید کے مسلمانوں پر حقوق' سورۃ العصر' عبادت رب' شہادت علی الناس' اقامت دین اور موجودہ عالمی صورت حال کے تناظر میں ہماری ذمہ داریاں' جیسے موضوعات پر خطابات کئے گئے۔ اس کے علاوہ چند احباب سے انفرادی ملاقاتیں بھی کی گئیں۔ بعد نماز عصر رفقاء کے دو گروپس کو بازاروں میں بھیجا گیا' جہاں انہوں نے تنظیم کے بروشر' ہینڈ بلز تقسیم کئے اور اسٹکر چسپاں کئے۔

ہفتہ وار اتوار کو رفقاء و احباب کی تربیتی نشست کے دوران جناب اشرف وصی صاحب نے کمال مہارت سے نہایت دقیق و عمیق معاملات کی تشریح عام فہم اور منفرد انداز میں اس طرح کی کہ ان کا کلام اس شعر کی زندہ تفسیر نظر آتا تھا......

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

جناب اشرف وصی صاحب نے جن موضوعات پر بحث کی اُن میں تعریف ایمان' تعریف و اقسام جہاد' درجات و مراحلِ جہاد' فرق مابین جہاد و قتال' تفریق دین و مذہب' انفرادی و اجتماعی ذمہ داریاں' افراط و تفریط' مختلف طبقاتِ انسانی اور ان کے لئے ان کی ذہنی و علمی استعداد اور ان کے عقائد و نظریات کی مناسبت سے دعوت کا طریقہ کار اور اس کی اہمیت' مسلمانوں کے خلاف عالمی سازشیں اور موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں مسلمانوں کے فرائض اور اجتماعی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ درمیان میں رفقاء و شرکاء سے سوال و جواب بھی ہوتے رہے۔ اس نشست میں اشرف وصی صاحب کا انداز نہایت پُر اعتماد اور پُر اثر تھا' گویا کہ انہوں نے دریا کو کوزے میں سمیٹ لینے کی تقریباً کامیاب کوشش کی۔

ہفتہ کی صبح ٹنڈو الہ یار کے فیضان سیکنڈری سکول میں انجینئر نوید احمد صاحب نے سکول کے عملے اور جماعت نہم و دہم کے طلباء کو قرآن مجید کے مسلمانوں پر حقوق کے موضوع پر لیکچر دیا۔ اس کاوش کے نہایت مثبت اور فوری نتائج برآمد ہوئے اور شرکاء نے جناب انجینئر نوید احمد صاحب کے مشوروں پر عمل کا ارادہ ظاہر کیا۔

اتوار کی صبح بعد نماز فجر انجینئر نوید احمد صاحب نے دارالعلوم کی مسجد میں سورۃ آل عمران کے گیارہویں رکوع کی تفسیر و تشریح نہایت عمدہ پیرائے میں بیان کی اور اس رکوع کے تمام مضامین کا بخوبی احاطہ کیا۔ امت مسلمہ کی فلاح کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل کو اچھی طرح واضح کیا۔

یہ سہ روزہ تبلیغی دورہ ٹنڈو الہ یار کے مقامی رفیق جناب عطا محمد کی مخلصانہ کاوشوں کا مرہون منت تھا۔ ان کی انتھک کوششوں کی وجہ سے یہ دورہ نہایت کامیاب رہا۔ ناظم عابد یوسف بھائی صاحب کے تعاون سے رہائشی سہولیات میسر آئیں۔ اس کے علاوہ دارالعلوم اشرف العلوم کے مہتمم جناب مرتضیٰ عثمانی صاحب نے کمال شفقت اور مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میزبانی کا حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

اتوار کو بعد نماز ظہر یہ دورہ اختتام کو پہنچا اور یہ قافلہ میر کارواں جناب نسیم الدین صاحب کی قیادت میں واپس کراچی کے لئے عازم سفر ہوا۔ (رپورٹ: محمد یوسف)

✹ ✹ ✹ ✹

starting point of a policy of mass extermination of Iraqi people committed by the 'international community' in the name of the UN.

The ABC + missiles (misnamed WMD) issue was only added later (after Iraqi capitulation) as a tool to humiliate Iraq, restrict its national sovereignty and as a legitimization to continue sanctions forever (or as long as the aggressors want). The Iraqi Chemical weapons capabilities proved useful in the war with Iran but didn't provide much beyond that. Its missiles were rather primitive and harmless. Nuclear deterrence was just a far dream.

[2] Even this could be a recommendation for alternative occupation

troops for which some use the euphemism 'peacekeepers.' The right approach would be to leave Iraq to Iraqis. To help avoid civil war and chaos we honestly trust in the UN, forgetting that it is the UN and not the US which is responsible for most of the Iraqi deaths.

The right demand would be to begin with totally unconditional withdrawal of all foreign troops from Iraq. Let it be the Iraqi people to decide what they want to do and if and who they allow to 'help' them.

[3] Free and fair elections is a general comment. It is that may be elections are not the best way to move ahead? Once the occupiers are gone, those things which they imposed (e.g. the mock constitution, privatization) and positions which depend on the occupation (e.g. government) will most likely be removed or reversed one way or another and it would be up to the locals to decide what they consider is right.

❁ ❁ ❁ ❁

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

❁ از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟

❁ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟

❁ نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس

(2) عربی گرامر کورس (3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کیلئے

رابطہ: **شعبہ خط و کتابت کورسز**

قرآن اکیڈمی' 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

قابل اجمیری

انتخاب: قاضی عبدالقادر

نظامِ زمانہ بدل دو!

دلوں میں حمیّت مچلنے لگی ہے
حرارت نِگہ سے اُبلنے لگی ہے
حیات اپنی عنواں بدلنے لگی ہے
حقیقت بدل دو! فسانہ بدل دو!
جوانو! نظامِ زمانہ بدل دو!

نشیب و فراز جہاں سے نہ کھیلو
فریبِ بہار و خزاں سے نہ کھیلو
دل و دیدۂ باغباں سے نہ کھیلو
بدل دو' بدل' ترانہ بدل دو!
جوانو! نظامِ زمانہ بدل دو!

دعاؤں کو ہم بے اثر پا چکے ہیں
فرنگی خداؤں سے اُکتا چکے ہیں
جبینوں پہ سجدوں کے داغ آ چکے ہیں
بدل دو' بس اب آستانہ بدل دو
جوانو! نظامِ زمانہ بدل دو!

حکومت کے جوہر! ہنر کے خزینے
تمدن کی شمعیں! ترقی کے زینے
یہ مغرب زدہ زندگی کے قرینے
بصد قدرتِ ناقدانہ بدل دو
جوانو! نظامِ زمانہ بدل دو!

دل و جاں پہ بے چارگی چھا رہی ہے
سیاست کی جنت یہ مرجھا رہی ہے
خدائی خدا کے قریب آ رہی ہے!
یہ رسم و رہِ کافرانہ بدل دو!
جوانو! نظامِ زمانہ بدل دو!

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 40

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

The Verdict is here

The New York Times came out with a very fine editorial this morning (Oct 07, 2004), "The verdict is in." However, unlike its tradition of doing right assessments and giving wrong conclusions, this time it came with no conclusion at all.

Instead it gave a bottom-line to the conclusion of Bush's hand picked investigator's report on Iraqi Weapons of Mass Destruction. What the New York Times calls a verdict is not a verdict at all.

It says: "Sanctions worked. Weapons inspectors worked." Then what? Here we find something of value missing. It is not less than an attempt to avoid the actual verdict in the name of verdict.

The so-called verdict is simply continuation of the same crime against humanity that started with Bush and his team's lies with full backing of the US media up to the time when Bush and his allies were knee deep in innocent blood.[1]

The whole world knew all along that Bush and his team are lying to their nation, to the United Nations and to the whole world. The whole world knows that the same team has been justifying the decision to invade and occupy Iraq by agreeing with Bush that Saddam Hussein was "a gathering threat" to the United States.

Like the New York Times' earlier belated apology for its incorrect reporting on Iraq's WMD, it matters little that a report which took 18 months to get prepared — when most of the irreversible damage has already done — has now confirmed that Iraq had no chemical, nuclear or biological weapons. We all knew this all along.

Similarly the New York Times verdict is nothing new. The real verdict is: Bush and his allies were wrong and Saddam Hussein was right on the WMD issue.

As the report issued yesterday goes further to say that Iraq had no factories to produce illicit weapons and that its ability to resume production was growing more feeble every year, it makes Bush administration and his political and intellectual allies even more guilty for the death and destruction of thousands of innocent lives.

Both the report and the New York Times editorial are still coming from the war infected, biased and brainwashed mentality. That's why both say that the genocidal international sanctions that Mr. Bush dismissed and demeaned before the war - and still does - were astonishingly effective.

Of course they were effective but only in killing 1.8 million Iraqis, not eliminating WMD which did not exist in the first place. How can one call them effective against WMD when they did not exist in the first place? How can one call the genocidal sanctions effective when the same report concedes that the Iraqis lacked even a formal strategy or a plan to reconstitute their weapons programs if — repeat if — it did?

Now that it has been proved without any reasonable doubt that administration officials in Washington lied and then kept on lying to try to deflect the reality that they invaded Iraq under false pretence and have urged critics to wait for Mr. Duelfer's verdict on the weapons search, the verdict should be totally different than what the New York Times is presenting as a verdict.

"Sanctions worked. Weapons inspectors worked." These are partial facts. Yes sanctions worked for wiping out 1.8 million Iraqis. Yes weapons inspectors worked but when the damage was already done. The total facts are: the basic premise for imposing sanctions was wrong because there was no WMD program at all. The invasion and occupation was wrong because there were no weapons of mass destruction at all.

The actual verdict should come now as the authoritative findings of Iraq Survey Group have now left the administration's rationale for war more tattered than ever. It is not sufficient for the New York Times to repeat that stories of "looming mushroom cloud conjured by the administration to stampede Congress into authorizing an invasion - was a phantom."

The verdict is Bush and all those who supported in his decision to invade and occupy Iraq are guilty of mass destruction and continued massacre in Iraq. The crisis will go on and on unless immediate steps are taken to punish the guilty and make a course correction to clean up the mess.

1. Bush and his administration needs to be smoked out of the power houses in Washington.

2. They should be tried as war criminals in an international court for distorting the reality with lies upon lies, taking lives of thousands of innocent people and making the world more unstable than it was before their much vaunted noble war.

3. Unconditionally withdraw all occupation forces from Iraq and Afghanistan within a specified period of time, just as a line was drawn for Saddam Hussain in the sand to leave Kuwait. Under extreme need, the occupation forces should be replaced by UN or forces from Muslim countries with the US bearing all the expenses for it is responsible for the ongoing chaos.[2]

4. Remove the US installed puppets and prepare the way for free and fair elections both in Iraq and Afghanistan (with absolutely no interference of the US whatsoever).[3]

5. Saddam Hussein should be given political asylum in any outside country of his choice (or the country which is willing to give him asylum) because he is not the only dictator in the world. If his dictatorship be the criteria and justification for punishing him, then this selective justice would not make any difference without taking similar action against other blood suckers like Hosnie Mubarak, Islam Karimov, General Musharraf and many other kings, sheikhs and "democratic" Sharon ruling in the Middle East.

6. The US should pay for clearing the mess in Iraq. It should pay all damages to Iraq for the lives it has taken and the destruction has done in the past 18 months.

7. The UN should compensate Iraq for the damage it has inflicted on Iraq due to the genocidal sanctions that were approved and imposed under its grand auspices.

This is the way to fairness and justice. This is the blueprint to real freedom. Anything less than this will simply perpetuate and intensify the global tyranny we are facing at the hands of United States today.

Notes

[1] To be exact, the crime may have begun even earlier, which we can name UNSCR 661 from 6 Aug 1990 as the official